ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
2
10تا16 جنوری 2012ء/15تا21 صفر المظفر 1433ھ

اس شمارے میں

خدارا سوچیے تو سہی!

بنی اسرائیل کا مجرمانہ کردار

غیرت کے نام پر قتل

بالادست کون۔ مجلس شوریٰ یا عدلیہ؟

دینی مدارس اور ہمارے حکمرانوں کا المیہ

برے حکمران، اللہ کی نافرمانی کا نتیجہ

سمیر خان شہید کی یاد میں!

جمہوریت ضرر رساں کیوں؟

سنا ہے قدسیوں سے میں نے......

سوسائٹی کے لیے بدترین جرم

"مذہب کی روشنی میں شاہ صاحبؒ (حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ) کی رائے یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے انباروں سے زیادہ خطرناک وہ طرزِ معاشرت ہے جو امیر وغریب میں امتیاز قائم کرکے غریب کے دل میں سرمایہ داری کی ہوس اور شاہ پرستی کا شوق پیدا کرتی ہے۔ سونے چاندی کے برتن، زرق برق ریشمی لباس، فیشن اور تکلفات، دولت مندوں کے دماغوں میں کبروغرور اور تصور برتری پیدا کرتے ہیں۔ یہ طرز معاشرت ناداروں کے دلوں میں حرص وطمع کی وہ خواہش پیدا کرتی ہے جو ان کو زیادہ رشوت ستانی، چوری، خیانت، استحصال بالجبر اور عصمت فروشی وغیرہ پر آمادہ کردیتی ہے۔ غرض سماجی زندگی کے بیش قیمت تکلفات، سرمایہ داری اور شاہ پرستی کے وہ زہریلے جراثیم ہیں کہ جب تک نظام ان کی اجازت دیتا رہے گا سرمایہ داری کی جڑیں مضبوط ہوتی رہیں گی۔ دوسری طرف نادار اور حریص لوگوں میں جرائم کی عادت بڑھتی رہے گی۔ شاہ صاحبؒ ایک طبقے کی ایسی خوشحالی کو جو ان تکلفات سے مرصع (مزیّن) ہو جس سے اقتصادی توازن بگڑے "رفاہیت بالغہ" سے تعبیر کرتے ہیں اور سوسائٹی کے لیے اس کو بدترین جرم اور اس کے خلاف جنگ کو مقدس جہاد قرار دیتے ہیں۔"

شعور و آگہی

مولانا عبید اللہ سندھی

سورۃ ہود

(آیات 12 تا 14)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَضَآىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ
اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ
اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

’’شاید تم کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آتی ہے چھوڑ دو۔ اور اس (خیال) سے تمہارا دل تنگ ہو کہ (کافر) یہ کہنے لگیں کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں ہوا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا۔ (اے محمد ﷺ) تم تو صرف نصیحت کرنے والے ہو اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا بھی لو، اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ وہ اللہ کے علم سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تمہیں بھی اسلام لے آنا چاہئے۔‘‘

نبی سے فرمایا کہ شاید آپؐ کفار کے دق کرنے، طعن و تشنیع یا عجیب و غریب مطالبات کی وجہ سے کچھ چیزیں چھوڑ دیں گے اس میں سے جو آپؐ کی طرف وحی کی جارہی ہیں، مگر ایسا نہیں ہو سکتا، کیونکہ اِس میں پیغمبرانہ عصمت اور الوالعزمی مانع ہے۔ پھر تنگ دل ہونے کا کیا فائدہ۔ اور اگر آپؐ کا سینہ اُن کی اس بات سے تنگ ہو رہا ہے کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا۔ (یہی بات سورۃ الانعام میں بھی آ چکی ہے۔ وہ تو اس مضمون کا ذروۂ سنام ہے) تو اے نبیؐ سمجھ لیجئے، آپؐ کا فرض منصبی یہ ہے کہ آپؐ خبردار کر دینے والے ہیں۔ باقی ہر چیز کا ذمہ دار اللہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کب عذاب بھیجنا ہے یا کوئی معجزہ دکھانا ہے یا نہیں دکھانا، کس کو ایمان کی توفیق دینی ہے اور کس کو نہیں دینی۔ یہ سارے معاملات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

کفار یہ کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) یہ قرآن محمد (ﷺ) نے خود گھڑ لیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ اے نبی آپؐ کہہ دیجئے کہ اگر ایسا ہے کہ قرآن گھڑا جا سکتا ہے اور انسان کی قدرت اور قوت میں ہے کہ ایسی کتاب تصنیف کر لے تو پھر تم بھی اس کی مانند دس سورتیں تصنیف کر کے لے آؤ اور جن کو تم اللہ کے سوا مدد کے لیے بلا سکتے ہو انہیں بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ اس طرح کا پہلا چیلنج یہ تھا کہ تم پورے قرآن جیسی کوئی کتاب بنا کر لاؤ۔ پھر یہاں کہا گیا کہ دس سورتیں بنا کر لے آؤ۔ پھر تیسرا چیلنج سورۂ یونس اور سورۃ البقرہ میں آیا کہ اچھا ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ۔

پھر اگر تمہارے مددگار تمہاری اس استدعا کو قبول نہ کریں یا یہ کہ اے مسلمانو! اگر تمہارا یہ چیلنج کفار قبول نہ کریں تو تمہیں پورا یقین ہو جانا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے علم سے نازل ہوا ہے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو اب تم اللہ کا حکم مانتے ہو کہ نہیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

قرآن کا ہمیشہ ورد رکھو

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((تَعَاهَدُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِّنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا)) (متفق علیه)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اس قرآن کی نگرانی رکھو (ہر وقت پڑھتے پڑھاتے رہو) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ یہ (قرآن) بندھے ہوئے اونٹ کے نکل بھاگنے سے بھی جلدی سینوں سے نکل جاتا ہے۔‘‘

تشریح: تلاوت قرآن سے ہمارے دلوں پر اللہ کی طرف سے سکینت نازل ہوتی ہے۔ دل کو سکون و طمانیت ملتی ہے۔ صفائی قلب حاصل ہوتی ہے۔ پراگندہ خیالات دل سے دور ہوتے ہیں۔ خوش دلی، جمعیت خاطر اور شرح صدر نیز ذوق حضوری پیدا ہو کر دلی فرحت و انبساط حاصل ہوتا ہے اور نزول سکینت کبھی بادل کی شکل میں محسوس ہوتی ہے۔ اگر قرآن حکیم کی تلاوت پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیا جائے، تو یہ بہت جلد بھول جاتا ہے۔ ایک آدمی نے جتنا بھی قرآن یاد کیا ہے، اُسے چاہیے کہ اُس کو دہراتا رہے، تاکہ قرآن ازبر رہے اور بھولنے نہ پائے۔

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

10 تا 16 جنوری 2012ء — جلد 21
15 تا 21 صفر المظفر 1433ھ — شمارہ 02

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000

فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700

فون: 35869501-03 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا---------------- (2000 روپے)

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدارا سوچیے تو سہی!

پنجابی کی مشہور ضرب المثل ہے سیانا کاں گو بر وچ گردااے (چالاک کوّا گندگی میں جا گرتا ہے) صدر زرداری سے زیادہ شاید ہی کسی اور پر یہ ضرب المثل منطبق ہوتی ہو۔ صدر مشرف کے دور میں عدلیہ خصوصاً چیف جسٹس افتخار چودھری کی بحالی میں پاکستان پیپلز پارٹی سمیت تمام اپوزیشن نے بھرپور حصہ لیا۔ 2008ء کے انتخابات ہوئے تو عام تاثر یہی تھا کہ مسلم لیگ (ن) کامیاب ہو کر حکومت بنائے یا پاکستان پیپلز پارٹی یہ دونوں سیاسی قوتیں پہلا کام یہ کریں گی کہ چیف جسٹس افتخار چودھری کو بیک جنبش قلم بحال کر دیں گی، لیکن صدر آصف زرداری جو بے نظیر کی حادثاتی موت کی وجہ سے اقتدار اُچک لینے میں کامیاب ہو گئے تھے انہوں نے چیف جسٹس کی بحالی کے حوالہ سے لیت ولعل سے کام لینا شروع کر دیا، لیکن بالآخر ایک عوامی لانگ مارچ کے نتیجہ میں اور عسکری قوتوں کے دباؤ سے مجبور ہو کر اُنہیں بادلِ نخواستہ چیف جسٹس کو بحال کرنا پڑا۔ حالانکہ آصف زرداری میڈیا کو آف دی ریکارڈ کہتے تھے کہ وہ افتخار چودھری کو کسی قیمت پر بھی بطور چیف جسٹس بحال نہیں کریں گے۔ طاقت اور اقتدار کے گھمنڈ میں بحالی کے بعد بھی انہوں نے کبھی دلی طور پر افتخار چودھری کی اس حیثیت کو قبول نہ کیا، حالانکہ اعتزاز احسن مروجہ پروٹوکول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چیف جسٹس کو بے نظیر کی تعزیت کے بہانے ایوانِ صدر لے گئے تھے۔ ہماری رائے میں آصف زرداری کی سوچ یہ تھی کہ جو شخص فوجی آمر کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو گیا تھا وہ میری بدعنوانی، کرپشن اور میرٹ کے خلاف احکامات کو کیسے قانونی جواز فراہم کرے گا، لہٰذا میرے راستے کی رکاوٹ ثابت ہو گا۔ اور سچ پوچھیے تو یہی ہوا۔ پی پی اور آصف زرداری کا طرزِ حکومت دیکھیں تو جو بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم چونکہ عوامی مینڈیٹ حاصل کر کے آئے ہیں لہٰذا ہم جو چاہیں کریں کرپشن اور لوٹ مار کے تمام ریکارڈ توڑ دیں، نفع بخش حکومتی اداروں کا بھی دیوالیہ نکال دیں، میرٹ کی دھجیاں بکھیر دیں، ملکی قوانین کو پاؤں تلے روند دیں یا ملکی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیں، کوئی اعتراض کیوں کرے؟ ہم پانچ سال کا پٹہ لکھوا کر آئے ہیں۔ چیف جسٹس افتخار چودھری ایک ظالم اور غاصب فوجی آمر کے سامنے سینہ سپر ہو گئے تھے وہ سویلین حکومت کو کیوں گھاس ڈالیں گے۔ لہٰذا ہماری عدلیہ اور انتظامیہ ایک دوسرے کے خلاف کھُل کر میدان میں اتر آئی ہیں اور دما دم مست قلندر کے آوازے لگ چکے ہیں۔

اللہ ربّ العزت ہمیں توفیق دے اور اپنے رحم و کرم سے نوازے کہ ہم ہمیشہ ضمیر کی صدا پر لبیک کہیں اور قلم کی لاج رکھیں اور کسی کی دوستی یا دشمنی ہمیں حق و انصاف کی بات کہنے اور لکھنے سے باز نہ رکھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مذکورہ بالا جنگ میں عدلیہ اور چیف جسٹس ننانوے فیصد (99%) حق پر ہیں، لیکن ایک اعتراض گیلانی زرداری حکومت کا بھی درست نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اُن کی حکومت کے خلاف ہر مقدمہ اور ہر رِٹ سپریم کورٹ فوری طور پر اور آگے بڑھ کر وصول کرتا ہے اور دنوں میں سماعت بھی شروع ہو جاتی ہے، لیکن نواز شریف وغیرہ کے خلاف سپریم کورٹ میں مقدمات کئی سال سے کولڈ سٹوریج میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایئر مارشل اصغر خان کی دائر کردہ رِٹ کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پی پی کے اِس اعتراض کا سپریم کورٹ کو فوری نوٹس لینا چاہیے تاکہ عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے ہوں۔

بہر حال قریباً چار سال سیاسی چال بازیاں کرنے والے اور اپنے پتّے انتہائی مہارت سے کھیلنے والے اور نواز شریف کو بیوقوف بنانے والے آصف زرداری مکمل طور پر عدلیہ کے گھیرے میں آ چکے ہیں، گویا چالاک کوّا اپنے اصلی ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے۔

قارئین کرام! یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ عدل اور احتساب کے فقدان بلکہ نایاب ہونے سے پاکستان مسائلستان بن چکا ہے۔ لہٰذا کہیں فقر انسانوں کو کفر کی طرف لے جا رہا ہے اور کہیں دولت کے انبار عیاشی اور بدمعاشی کا سبب بن رہے ہیں۔ اِس پس منظر میں ایک جماعت یا تحریک، انصاف جس کے نام کا حصہ ہے، عوام الناس میں بڑی مقبولیت حاصل کر رہی ہے اور بقول اسی جماعت کے سربراہ کے اُن کا سونامی سب کو بہا کر لے جا رہا ہے۔ اور اب اِن صاحب نے اپنے پروگرام کو خلافت اور اسلام کا تڑکا بھی لگانا شروع کر دیا ہے۔ پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کا دعویٰ بھی ہے اور کوئی قانون قرآن اور سنت کے خلاف نہ بنانے کے عزم کا اظہار بھی کیا گیا ہے، لیکن ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی ہے کہ وہ عورتوں کے لباس کے بارے میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔ اس اعلان پر عورتوں نے خوب تالیاں بجائیں۔ علاوہ ازیں معیشت سے سود کو نکالنے کے حوالے سے کوئی اعلان یا دعویٰ سامنے نہیں آیا۔ ہم حُسنِ ظن سے کام لیتے ہوئے انصاف کی پکار لگانے، معاشرے کو بدعنوانی اور کرپشن سے پاک کرنے اور ہر سطح پر میرٹ کا لحاظ رکھنے کے موصوف کے عزم کی تحسین کرتے ہوئے اُن کی خدمت میں عرض کرنا چاہیں گے کہ یورپ میں سکنڈے نیوین ممالک میں داخلی طور پر یعنی اپنے شہریوں کو مکمل انصاف دیا جاتا ہے۔ سوشل سیکیورٹی کا نظام ہے، علم حاصل کرنے اور ہنر سکھانے کے لیے غریب ترین افراد کے لیے بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہسپتالوں میں سربراہانِ مملکت اور عام شہریوں سے ایک جیسا سلوک ہوتا ہے۔ محترم! آپ اِس سے زیادہ پاکستانی عوام کو کیا دے سکیں گے؟ ان ہی سہولتوں کو دیکھتے ہوئے بعض لوگ یہ کہنے سے دریغ نہیں کرتے کہ اسلام کی عملی شکل دیکھنی ہو تو اِن ممالک میں جائیے۔ ان گوشوں کے حوالہ سے دیکھا جائے تو اتنی غلط بات بھی نہیں ہے۔ غیر اسلامی معاشرہ ہونے کے باوجود انہوں نے اسلام سے جو باتیں سیکھیں وہ اُنہیں فائدہ دے رہی ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ جتنا بے چین، غیر مطمئن اور مضطرب معاشرہ وہاں کا ہے شاید افریقی ممالک کا بھی نہ ہو۔ ہم مبالغہ نہیں کر رہے ہیں، حقیقت بیان کر رہے ہیں۔ کیا خواب آور دوائیوں کا استعمال سب سے زیادہ ان ہی ممالک میں نہیں؟ کیا وہاں خودکشیاں کسی غریب اور پسماندہ ملک سے زیادہ نہیں ہوتیں؟ کسی زمانے میں وہاں طلاق کی شرح باقی دنیا سے بہت زیادہ تھی۔ اِس مسئلہ سے وہ اتنے پریشان ہوئے کہ شادی کرنا بند کر دی، یعنی نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری۔ گھریلو نظام تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ جانوروں اور حیوانوں کی طرح اکثر انسانی بچوں کو اپنے باپ کا بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ کون ہے اور کہاں ہے؟ آزادئ نسواں کے نام پر عورت کو کمرشل آئیٹم بنا دیا گیا ہے۔ سکنڈے نیوین ممالک میں امن وامان کی صورت حال بہتر ہے، لیکن یورپ اور خصوصًا امریکہ میں جرائم ایشیائی ممالک سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ گویا سائنس اور ٹیکنالوجی میں انتہائی ترقی یافتہ اقوام عدل، میرٹ اور گڈ گورننس اپنانے کے باوجود انسانیت کو سکون اور چین فراہم نہیں کر سکے۔

ہماری رائے میں اس کی دو وجوہات ہیں۔ اولاً یہ کہ مذکورہ اوصاف انہوں نے اپنے ہم مذہب، ہم وطن اور زیادہ سے زیادہ اپنے خطے کی حد تک محدود کر دیے، جبکہ اسلام عدل وانصاف اور امانت ودیانت کے معاملے میں مذہب، نسل، قوم اور وطن سے بالاتر رہنے کا حکم دیتا ہے۔ کسی مسلمان کو کسی غیر مسلم سے زیادتی یا بددیانتی کی قطعی طور پر اجازت نہیں۔ اور عدل وانصاف کی ایسی ایسی مثالیں پیش کیں کہ مؤرخین اور محققین ششدر رہ جاتے ہیں۔ قاضی اسلامی ریاست کے سربراہ کے خلاف اور ذمی کے حق میں فیصلہ دیتا ہے تو سربراہِ مملکت فیصلے کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے، وغیرہ۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے ریاست اور مذہب کو بالکل الگ الگ کر دیا، جس سے عریانی، فحاشی اور اخلاقی بے راہروی کا سیلاب امڈ آیا، جو کسی مذہب میں بھی جائز نہیں، البتہ اسلام اس حوالہ سے سخت ترین کارروائی کا حکم دیتا ہے۔ سود جو انسان کو آدم خور بنا دیتا ہے کسی بھی الہامی مذہب میں جائز نہیں، لیکن اسلام اسے اللہ اور رسول سے جنگ قرار دیتا ہے۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حقیقی عدل کا نفاذ اور مکمل طور پر غیر استحصالی معاشرے کا قیام انسانوں کے بنائے ہوئے نظاموں سے ممکن ہی نہیں۔ یہ صرف رب کی زمین پر رب کا نظام نافذ ہونے سے ہی ممکن ہوگا، وگرنہ خلا کے سفر طے کرنے اور چاند پر قدم رکھنے کے باوجود معاشرے کو اطمینان، سکون اور حقیقی خوشی نہیں دی جا سکے گی اور انسان مختلف نظاموں کے مابین فٹ بال بنا رہے گا۔ زرداری اگر عدلیہ کا نشانہ بنتے ہیں تو عمران خان سرمایہ دار کی دہشت گردی سے بچ نہ سکیں گے۔ لہٰذا کسی قسم کی پیوندکاری کرنے کی بجائے کھل کر مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کی بات کی جائے جو انفرادی اور اجتماعی سطح پر مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے۔ خدارا سوچیے تو سہی سوشلزم اور کمیونزم کے ناکام ہونے اور سرمایہ دارانہ نظام کے انسانیت دشمن ثابت ہو جانے کے بعد آپ کے پاس چارۂ کار ہی کیا رہ جاتا ہے!

خلافت فورم

☆ تحریکِ انصاف کو عوام الناس کی طرف سے یکدم ملنے والا boost کیا اسٹیبلشمنٹ کا کمال تو نہیں؟

☆ عمران خان آمرانہ طبیعت کے مالک ہیں کیا وہ حکومت حاصل کر کے آمرانہ روش اختیار نہیں کریں گے؟

☆ تحریک انصاف میں شامل ہونے والے ''اسٹیٹس کو'' کے ستون انقلاب برپا کرنے میں کیسے ممد ومعاون ثابت ہوں گے؟

☆ پہلے MQM کے خلاف جہاد کا اعلان کیا: آج تعاون ہو رہا ہے مؤقف میں تبدیلی کی وجہ کیا ہے؟

☆ امریکہ کی مخالفت میں نرم لہجہ اختیار کرنا کیا اقتدار کی توقع آڑے آ رہی ہے؟

☆ دہشت گردی کے خلاف جنگ اور ڈرون حملوں پر متضاد مؤقف رکھنے والے پرویز مشرف سے الائنس کی خبروں میں کس حد تک صداقت ہے؟

☆ سٹیج پر نماز کی ادائیگی، میوزیکل گروپس کی پرفارمنس، مخلوط محافل کا انعقاد یہ اسلام کا کون سا Version ہے؟

☆ تحریک انصاف کی نظر میں مجوزہ نظام خلافت کا تصور کیا ہے؟

ان سوالات کے جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ
www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' میں دیکھیے

تجزیہ کار : جناب اعجاز احمد چودھری (مرکزی نائب صدر تحریکِ انصاف پاکستان)
جناب ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان : وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

بنی اسرائیل کا مجرمانہ کردار اور عہدِ حاضر کے مسلمان

سورۃ المائدہ کی آیات 68 تا 71 کی روشنی میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 16 اور 23 دسمبر 2011ء کے خطابات جمعہ کی تلخیص

(گزشتہ سے پیوستہ)

آگے یہود کی ہٹ دھرمی کی ایک خاص کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ﴾

''اور (یہ قرآن) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اس سے ان میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر اور بڑھے گا۔''

قرآن حکیم رحمت الٰہی کا سب سے بڑا مظہر ہے، مگر اہل کتاب کی ہٹ دھرمی کا عالم یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ قرآن سے رہنمائی پا کر اپنے معاملات کو درست کرتے، قرآن سن کر ان کی ضد اور اسلام سے نفرت میں اور ہی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان کے دل اس قدر ٹیڑھے ہو چکے ہیں کہ قرآن جیسا پُر تاثیر کلام بھی ان پر اثر نہیں کرتا۔ حالانکہ قرآن تو وہ شے ہے کہ اگر پہاڑ پر بھی نازل ہوتا تو وہ بھی خشیتِ الٰہی سے پھٹ جاتا۔ یہودیوں کی طرح ہمارے ہاں بھی دانشوروں کا ایک طبقہ ہے کہ ان کے سامنے جب قرآن پیش کیا جائے تو ان کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا بھر کا لٹریچر پڑھنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، لیکن قرآن پاک کی آیت بھی سننے کے روادار نہیں۔ اگر کبھی قرآن پڑھیں گے بھی تو تنقیدی انداز سے پڑھیں گے، تاکہ اِس سے کوئی علمی نقطہ نکال کر اس کی تضحیک و توہین کریں۔ اس کے علاوہ انہیں قرآن سے کوئی سروکار نہیں۔ آگے فرمایا:

﴿فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾﴾

''تو تم قوم کفار پر افسوس نہ کرو۔''

نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپؐ کے دل میں رحمت کے جذبات موجزن تھے اور آپؐ کی یہ آرزو ہوتی تھی کاش یہ لوگ ایمان لے آئیں، ان کی عاقبت سنور جائے اور دنیا کے عذاب سے بھی بچ جائیں۔ لیکن اللہ نے فرمایا کہ آپؐ ان کافروں کے انجام بد پر افسوس نہ کیجیے۔ یہ دین حق کے معاملے میں جو معاندانہ روش اپنائے ہوئے ہیں، اس کے سبب ان کا یہی انجام ہونا ہے۔ پھر یہی انجام ان لوگوں کا بھی ہوگا، جو اِن کی راہ چلتے ہوئے حق کی مخالفت کریں گے۔

آگے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾﴾

''جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں گے اور عمل نیک کریں گے خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا ستارہ پرست یا عیسائی ان کو (قیامت کے دن) نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔''

یہود و نصاریٰ اور صابئین ایک دوسرے کو بر سر غلط کہتے اور خود کو ہدایت پر خیال کرتے تھے۔ ہر گروہ یہ کہتا کہ نجات اُسی کے لیے ہے (یاد رہے صابی سے مراد بعض علماء کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والے تھے اور بعضوں کے نزدیک یہ لوگ ایک فلسفیانہ قسم کے مذہب کے پیروکار تھے) اللہ نے یہاں واضح فرما دیا کہ کوئی شخص یہود، نصاریٰ یا صابی ناموں کی بدولت یا نسل، رنگ، پیشہ، وطن کی بنا پر حقیقی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ کامیابی و کامرانی کا ایک ہی معیار ہے اور وہ ہے ایمان اور عمل صالح۔ اور ایمان بھی معتبر اُن لوگوں کا ہوگا جو سابقہ کتب سماویہ اور انبیاء و رسل کے ساتھ ساتھ نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت و رسالت پر سچے دل سے یقین کریں گے۔ اگر وہ نبی آخر الزماں پر ایمان نہیں لاتے تو اُن کا ایمان ہرگز معتبر نہیں۔ پھر انہوں نے اللہ کو نہیں مانا، اپنے نفس کو مانا۔ بہر کیف آخرت کی نجات کا دارومدار ایمان حقیقی اور عمل صالح پر ہے۔ یہ نہیں ہے کہ دین کے ساتھ غداری ہو رہی ہو، اور دعویٰ یہ ہو کہ ہم تو پکے مومن ہیں، جنت ہمارے ہی لیے ہے۔ اللہ کے ہاں یہ دعویٔ ایمان معتبر نہ ہوگا۔ جو لوگ صحیح معنی میں دولت ایمان سے بہرہ مند ہوں گے اور اُن کا عمل بھی ایمانی تقاضوں سے ہم آہنگ ہوگا، اُن کی بندگی خالصتاً اللہ کے لیے ہوگی، وہی لوگ آخرت میں کامیاب و کامران ہوں گے۔ ایسے لوگوں کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

اگلی آیت میں یہود سے لیے ہوئے عہد کا ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿٧٠﴾﴾

''ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے (لیکن) جب کوئی پیغمبر ان کے پاس ایسی باتیں لے کر آتا جن کو ان کے دل نہیں چاہتے تھے تو وہ (انبیاء کی) ایک جماعت کو تو جھٹلا دیتے اور ایک جماعت کو قتل کر دیتے تھے۔''

اللہ نے بنی اسرائیل سے ایک عہد لیا تھا۔ وہ عہد کیا تھا؟ یہ شریعت کی پاسداری کا عہد تھا۔ اس کا ذکر قرآن حکیم میں کئی اور مقامات پر بھی آیا ہے۔ یہ عہد ہر اُمت سے لیا جاتا ہے، جسے بھی شریعت عطا کی جائے۔ یہ ہم سے بھی ہے۔ قرآن مجید میں بار بار آتا ہے کہ بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا ہے۔ اس سے ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ سارے عہد انہی سے لیے گئے ہیں، ہم سے کوئی عہد نہیں لیا گیا ہے۔ ہم تو مادر پدر آزاد ہیں۔ بس زبان سے اللہ، اُس کے رسول ﷺ اور اُس کی کتاب کو مان لیں تو یہ کافی ہے۔ باقی عمل میں ہم آزاد ہیں کہ جو چاہیں کریں۔ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ جب لوگوں کو شریعت دے دی جاتی ہے، تفصیلی راہنمائی مل جاتی ہے، اُن پر اتمام حجت ہو جاتا ہے، تو اب وہ شریعت کے دکھائے گئے راستے پر چلنے کے پابند ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ سے عہد قول وقرار implied ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں ہم سے بھی عہد کا تذکرہ ہے۔ میرے محدود مطالعے کی حد تک وضاحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تم سے بھی اللہ نے عہد لیا ہے۔ چنانچہ پہلے رکوع میں تکمیل دین کا اعلان ہے اور کہا گیا ہے کہ آج کے دن میں نے تم پر دین کو مکمل کر دیا ہے، اور دین کیا ہے؟ زندگی کے ہر گوشے میں چاہے وہ انفرادی گوشہ ہو یا اجتماعی، سیاسی گوشہ یا معاشرتی ومعاشی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو۔ چنانچہ تکمیل دین کے اعلان کے بعد اگلے رکوع میں فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ﴾ (المائدہ:7) ''اور اللہ نے جو تم پر احسان کیے ہیں ان کو یاد کرو اور اس عہد کو بھی جس کا تم سے قول لیا تھا (یعنی) جب تم نے کہا تھا کہ تم نے (اللہ کا حکم) سن لیا اور قبول کیا۔'' ہم یہ آیت پڑھتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ ترجمہ بھی کر لیتے ہیں۔ مگر عام طور پر دھیان ادھر نہیں جاتا کہ یہ کون سا عہد ہے، جس میں ہم جکڑے ہوئے ہیں۔ قرآن تو اتنی وضاحت سے کہہ رہا ہے تم عہد کو یاد کرو۔ پھر یہ کون سا عہد ہے۔ یہ دین کی پابندی کا عہد ہے۔ اللہ نے تمہیں دین دے دیا اور جب تم نے اللہ کو رب مان لیا تو اب اُس نے جو کامل اور تفصیلی ہدایات دے دی ہیں، تمہیں اُن کی بھی پیروی کرنی ہے۔ تم نے خود کہا کہ ہاں ہم سنیں گے اور مانیں گے۔ دین وشریعت کو پانے کے بعد اب تم اس کے پابند ہو گئے ہو۔ تمہیں پابندیٔ شریعت کے عہد نے مضبوطی سے جکڑ لیا ہے۔ اب تم ادھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔ تمہارے پاس کوئی آپشن نہیں ہے کہ چاہو تو دین کو نافذ کر دو اور چاہو تو نہ کرو اور انگریز کے چھوڑے ہوئے قانون پر چلتے رہو۔

اللہ نے ہمیں ایک کامل دین اور شریعت عطا کی ہے۔ ہمیں اس کی پیروی کرنی اور اس کے غلبہ کے لیے جان ومال سے جہاد کرنا ہے۔ ہم اس کے دین کے غلبہ کے لیے کوشاں ہوں گے، تو وہ ہمیں آخرت کے خسران عظیم سے بچا کر جنت میں داخل کرے گا۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمیں جنت تو یاد ہے، مگر ایمان اور اس کے تقاضوں کو ہم نے فراموش کر رکھا ہے۔ دنیا میں 160 کروڑ سے زائد مسلمان آباد ہیں، مگر انہوں نے شریعت کی تعمیل اور نفاذ کے عہد سے پہلو تہی کر رکھی ہے۔ اسی لیے ہر جگہ رسوائی ہو رہی ہے۔ ہماری اُخروی نجات ہی نہیں، دنیا میں سربلندی بھی اسی عہد کے پورا کرنے پر منحصر ہے۔ ہم جب تک اس کے پورا کرنے پر کمر بستہ نہ ہوں گے، ہماری ذلت ونکبت ختم نہ ہوگی۔

اس آیت میں ایک تو بنی اسرائیل سے لیے گئے عہد کا ذکر ہے، دوسرے اُن کی حق کی مخالفت اور انبیاء کے قتل جیسے شنیع جرائم کا بیان ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ حق کی مخالفت کی گواہ ہے۔ انہوں نے اللہ کے نبیوں کو جھٹلایا ہی نہیں، بہت سوں کو قتل بھی کیا۔ جس کے سبب وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے۔ دیکھئے، ہمارے ہاں نبی اور رسول تو نہیں آئے، ہم نے انہیں قتل تو نہیں کیا۔ آنحضور ﷺ کے بعد تو کوئی نبی ہے ہی نہیں۔ کسی نبی نے آنا ہی نہیں تھا، نہ آئے گا، لہٰذا قتل انبیاء کا سوال ہی نہ تھا۔ لیکن ہم نے بنی اسرائیل کی راہ چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے واقعی وفادار بندوں اور دین کے لیے کام کرنے والوں کے راستے میں روڑے اٹکانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہم نے آج کے دور میں شریعت کا نام لینے والوں کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک کیا۔ لال مسجد کا واقعہ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ پھر اسی واقعے کو ایک بڑے لیول اور بڑے پیمانے پر سوات میں دہرایا گیا۔ اور بتا دیا گیا کہ تم شریعت مانگتے ہو اور یہ ناقابل معافی ''جرم'' ہے، لہٰذا مٹا دیئے جاؤ گے۔ یہ ایجنڈا یہود ونصاریٰ کا تھا جسے آگے ہم نے بڑھایا، کیونکہ اب ہماری گردن پھنسی ہے۔ یہود نے بھی دین سے بے وفائی کی تھی۔ ہم نے شیطان کے ساتھ پورے طریقے سے دوستی کی پینگیں بڑھائی ہوئی ہیں اور شیطانی نظام کو پورے کا پورا بلکہ دو قدم آگے ہی اختیار کیا ہوا ہے۔

﴿وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

''اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آنے کی تو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔ پھر اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی (لیکن) پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے۔ اور اللہ ان کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔''

یہ حصہ بہت اہم ہے۔ بنی اسرائیل نے یہ سمجھا تھا کہ رسولوں کو قتل کریں، شریعت کو مذاق کا نشانہ بنائیں، اللہ کے احکامات اور رسولوں کی جو ہدایات ہیں، ان کو پاؤں تلے روندیں، ہم پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی، کوئی قیامت نہیں آئے گی۔ وہ اللہ اور اس کے دین سے بے وفائی اور ہوائے نفس کے راستہ پر چلتے رہے تو اندھے ہو گئے۔ یہ خیال ہی نہ رہا کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ خدا کے غضب کو بھڑکانے والا ہے۔ پھر اُن پر اللہ کا عذاب آیا۔ پھر انہوں نے توبہ کی اور اصلاح احوال کی طرف متوجہ ہوئے۔ اللہ نے اُن کی توبہ قبول کی۔ لیکن کچھ زمانے بعد پھر وہ شرارتیں سوجھیں۔ دین سے غداری کی اور بالکل اندھے ہو کر حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ ؑ کے قتل کی جرأت کی اور حضرت عیسیٰ ؑ کے قتل پر تیار ہو گئے۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ اُن کی حرکات اور جرائم کو اللہ برابر دیکھ رہا ہے، جن کی سزا انہیں مل کر رہے گی۔ چنانچہ جب وہ حد سے گزر گئے تو پھر اللہ کے عذاب کا بہت ہی سخت کوڑا پھر ان کی پیٹھ پر برسا۔ اس ایک آیت میں گویا بنی اسرائیل کی دو ہزار سالہ تاریخ جو حضرت موسیٰ سے لے کر عیسیٰ ؑ تک اور ان سے آگے حضور ﷺ تک پھیلی ہوئی تھی، کا خلاصہ بیان ہو گیا ہے۔ اس کی وضاحت قرآن حکیم میں سورۂ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع کی چھ (2 تا 7) اور آخری رکوع کی چار (101 تا 104) یعنی کُل دس آیات میں کی گئی ہے جس کا لبّ لباب یہ ہے کہ قرآن حکیم کے نزول کے زمانے تک بنی اسرائیل پر چار دَور گزر چکے تھے: دو دَور عروج کے، جن کے دوران ان کا طرزِ عمل بھی دینی و اخلاقی اعتبار سے درست رہا اور انہیں دنیا میں عزت و سربلندی بھی حاصل رہی اور وہ کثرتِ اموال و اولاد کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے انعامات سے بھی بہرہ ور ہوتے رہے —— اور دو ہی دَور زوال کے جن کے دوران انہوں نے نفس پرستی اور بغاوت کی روش اختیار کی، جس کے نتیجے میں ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور غیر اقوام کے ہاتھوں وہ خود بھی ذلیل وخوار اور مفتوح و مغلوب ہوئے اور ان کے دینی و روحانی مرکز یعنی ہیکلِ سلیمانی کی حرمت بھی پامال ہوئی۔ یہ چار ادوار درج ذیل ہیں:

① ان کے پہلے دورِ عروج کا آغاز حضرت موسیٰ ؑ

کے خلیفۂ اوّل حضرت یوشع بن نون کی قیادت میں فلسطین کی فتح سے ہوا' اور تقریباً تین سو سال تک نشیب و فراز کے مراحل طے کرتا ہوا یہ دورِ سعادت حضرت داؤد اور حضرت سلیمان ؑ کے عہدِ حکومت میں اپنے نقطۂ عروج کو پہنچا' جو تاریخ بنی اسرائیل کے عہدِ زریں کی حیثیت رکھتا ہے۔

② حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے ساتھ ہی ان کے پہلے دورِ زوال کا آغاز ہو گیا' اس لیے کہ فوراً ہی ان کی سلطنت دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔ بہرحال تقریباً تین سو سال ہی میں یہ عہدِ زوال بھی اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ چنانچہ اوّلاً شمال سے آشوریوں نے شمالی سلطنت اسرائیل کو تاخت و تاراج کیا اور بالآخر 587 قبل مسیح میں مشرق (عراق) سے آنے والے بخت نصر (Nebukadnezar) کے حملے نے نہ صرف یہ کہ پوری جنوبی سلطنت یہودیہ کو تہس نہس کر کے رکھ دیا بلکہ یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی' لاکھوں افراد کو قتل کیا' چھ لاکھ یہودی مردوں' عورتوں اور بچوں کو بھیڑوں اور بکریوں کے گلوں کی طرح ہانکتا ہوا بابل لے گیا — اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہیکل سلیمانی کو کلیۃً مسمار کر دیا' حتیٰ کہ اس کی بنیادیں تک کھود ڈالیں! — بابل کی لگ بھگ سو سالہ اسیری کا دَور بنی اسرائیل کی ذلت و رسوائی کا شدید ترین زمانہ ہے۔

③ بنی اسرائیل کے دوسرے دورِ عروج کا آغاز بابل کی اسیری سے شہنشاہِ فارس سائرس یا کیخورس یا ذوالقرنین کے ہاتھوں نجات کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے چار سو سال قبل حضرت عزیر علیہ السلام کی تجدیدی و اصلاحی مساعی سے ہوا' اور دوسری خوشحالی یا سربلندی کا یہ دَور بھی لگ بھگ تین سو سال جاری رہا' اور اس کا مظہرِ اعظم وہ مکابی سلطنت تھی جو تقریباً 170ق م سے 67ق م تک نہایت دبدبہ اور شان و شوکت کے ساتھ قائم رہی اور جس نے ایک بار پھر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان ؑ کے دَور کی یاد تازہ کر دی۔

④ بنی اسرائیل کا دوسرا دَورِ زوال 63ق م میں رومی فاتح پومپئی کے ہاتھوں یروشلم کی فتح سے شروع ہوا اور تاحال جاری ہے۔ اس کے دوران ان کی تاریخ میں دوسری بار ان پر عذابِ الٰہی کے سخت کوڑے برسے۔ چنانچہ 70ء میں رومی جرنیل ٹائیٹس نے دوبارہ یروشلم شہر اور ہیکل سلیمانی کو مسمار کیا اور ایک دن میں ایک لاکھ 33 ہزار یہودیوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور 67 ہزار کو غلام بنا لیا۔ اور اس دن سے جو یہودی اثر و رسوخ سرزمین فلسطین سے ختم ہوا تو لگ بھگ انیس سو برس تک انہیں وہاں سر اُٹھانے کا موقع نہ ملا' بلکہ پورے چھ سو برس تو اس سرزمین میں ان کا داخلہ بھی بند رہا۔ رہا ان کا ہیکل مقدس تو آج تک دوبارہ تعمیر نہ ہو سکا۔ بعد میں رومی شہنشاہ ہیڈریان نے یروشلم شہر کو دوبارہ تعمیر کیا تو اس کا نام بھی یروشلم نہیں' "ایلیا" رکھا۔

بہرکیف یہ ہے اُن لوگوں کا انجام جن کو شریعت ملی' مگر انہوں نے دین سے غداری کی۔ بنی اسرائیل پر پڑنے والے عذاب کے کوڑوں سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی سے رشتہ داری نہیں ہے۔ وہ کسی کو مقام دیتا ہے تو اس بنیاد پر کہ وہ اللہ کا اور اس کے دین کا کتنا وفادار ہے۔ بنی اسرائیل انبیاء کی اولاد سے تھے' مگر اُن پر عذاب کے سخت ترین کوڑے برسے۔ قرآن نے اُن کے حالات و واقعات اِس لیے بیان کیے کہ ہم ان سے عبرت حاصل کریں۔ جو کچھ وہ کر رہے تھے اللہ اُسے دیکھ رہا تھا۔ اللہ ظالم بھی نہیں ہے۔ اللہ نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا وہ اسی کے مستحق تھے اور جو آج جو کچھ ہم اللہ کے دین کے ساتھ کر رہے ہیں' اِسے بھی اللہ دیکھ رہا ہے۔ اور وہی بہتر جانتا ہے کہ ہم کس سزا کے مستحق ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سزا سے محفوظ رکھے۔ اگر اب بھی ہماری آنکھیں کھل جائیں، ہم دین کے حامل اور دعویدار تو ہیں لیکن اگر واقعتاً دین کے ساتھ وفاداری اختیار کریں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وفادار بن جائیں، تو پھر اللہ کا وعدہ ہے جس کا اقبال نے ایک شعر میں بڑی خوبصورتی سے ذکر کیا ہے کہ ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں!

دنیا میں غلبہ و سربلندی آج بھی ہمارے حصے میں آ سکتی ہے بشرطیکہ ہم اپنا قبلہ سیدھا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا قبلہ درست کرنے اور دین کے ساتھ وفاداری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کی پیشکش

CALENDAR 2012

6 صفحات پر مشتمل شمسی و قمری کیلنڈر
قرآنی آیات کی خوبصورت خطاطی سے مزیّن
☆ 4 دیدہ زیب رنگ ☆ خوبصورت ڈیزائن
☆ عمدہ آرٹ پیپر ☆ سائز "18"x23
خصوصی رعایتی قیمت 60 روپے

رفقاء و احباب یہ خوبصورت کیلنڈر خود بھی لیں
اور دعوتی نقطہ نظر سے خرید کر احباب میں تحفہ کے طور پر تقسیم کریں
رفقاءِ تنظیم اسلامی کیلنڈر حاصل کرنے کے لیے اپنے مقامی مراکز کے ذریعے رابطہ کریں

مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی
36-K، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-35869501(042)
فیکس: 35834000
media@tanzeem.org

مرکز تنظیم اسلامی
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور
فون: 36316638,36366638
فیکس: 36271241
markaz@tanzeem.org

www.tanzeem.org

غیرت کے نام پر قتل اور دین اسلام

میاں عامر

ہم آئے روز سنتے ہیں کہ ایک شخص نے غیرت کے نام پر کسی خاتون کو قتل کر دیا۔ روزانہ ہمارے ملک کی عدالتوں میں اس طرح کے کیس بکثرت آتے رہتے ہیں جن میں قاتل اقرار جرم کرتا ہے، اور اس کا وکیل غیرت کے نام پر اس کی سزا ختم کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر گھر کے مرد کا کردار صحیح نہ ہو اور اس کے دوسری عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات ہوں تو اُسے تو قتل نہیں کیا جاتا لیکن ایسی صورت حال میں عورتوں کو بہت جلد قتل کرنے کا فرض نبھا دیا جاتا ہے۔ اس قسم کی رائے کا اظہار عموماً عورتوں کے حقوق کی علمبردار قوتوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ منطقی دلیل اس بات کی متقاضی نہیں ہے کہ مردوں کو بھی قتل کرنا چاہیے اور نہ ہی یہ کہنا جائز ہے کہ غیرت کے نام پر قتل اگر مردوں کے لیے جائز ہے تو عورتوں کے لیے بھی جائز ہے۔ یہ رویہ ناانصافی اور جہالت پر مبنی ہے کہ محض غیرت کے لیے قتل کرنے کا کہہ دینے سے ملزم اپنے جرم سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ جبکہ ہمارے علم میں ہے کہ عدالتیں کسی جرم کا فیصلہ کرتے وقت غصے کے عنصر کو بھی مدنظر رکھتی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ غیرت کے مسئلہ میں عورتوں کو بہت جلد قتل کرنے کا فرض ادا کر دیا جاتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں عورتوں کو اپنی ''جائیداد'' سمجھا جاتا ہے۔ ہندو معاشرے خاوند کے مرنے پر اس کی بیوی کو زندہ جلا دینے کی رسم کے پیچھے جو سوچ کارفرما تھی، وہی مختلف شکلوں اور مختلف سطحوں میں آج بھی ہمارے ہاں موجود ہے۔ انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھیں تو غیرت کے نام پر یہی رویہ مردوں کے ساتھ بھی روا ہونا چاہیے تھا۔ کسی کی بہن، بیوی یا بیٹی بدکردار ہو تو تب بھی دین و شریعت کے اعتبار سے اسے قتل کرنے کا حق عام لوگوں کو ہرگز حاصل نہیں ہے۔

مسلم شریف کی ایک روایت کا مفہوم ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ ؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں اپنے کسی اہل کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا میں اُس کو اس وقت تک نہ پکڑوں جب تک چار گواہ نہ لے آؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر حضرت سعد ؓ نے کہا: ''نہیں ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، چار گواہ لانے کے بجائے کیوں نہ میں تلوار سے اس پر جھپٹ پڑوں۔'' آپ ؐ نے لوگوں کو متوجہ کر کے حضرت سعد ؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: سنو کیا کہتا ہے تمہارا سردار، یہ بڑے غیرت مند ہیں، (حالانکہ) میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تو مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے (صحیح مسلم کتاب اللعان)۔ یہی روایت بخاری میں اس اسلوب سے ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ ؓ کہتے ہیں کہ میں اگر کسی مرد کو اپنی عورت کے ساتھ دیکھوں تو اسے تلوار سے مار دوں۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ؐ نے (لوگوں سے) فرمایا۔ کیا تمہیں سعد ؓ کی غیرت اچھی لگی ہے۔ بخدا میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔ اور اس وجہ سے اللہ نے فواحش کا ظاہر اور باطن حرام قرار دیا ہے اور کوئی نہیں جس کو اللہ سے زیادہ غیرت پسند ہو اور اس وجہ سے اللہ نے مبشرین اور منذرین بھیجے اور اللہ سے زیادہ تعریف کسی کو پسند نہیں اور اس وجہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ (کتاب التوحید)

بلال بن اُمیہ ؓ نے اپنی بیوی پر الزام لگایا کہ وہ شریک بن سحما کے ساتھ ملوث ہے۔ جس پر نبی ﷺ نے فرمایا: گواہی لاؤ یا پھر (الزام ثابت نہ ہونے پر قذف کے تحت) تمہاری پیٹھ پر حد جاری کر دی جائے گی۔ اس پر بلال بن اُمیہ ؓ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے جب کوئی اپنی بیوی کے اوپر کسی آدمی کو دیکھے تو وہ گواہی ڈھونڈنے نکلے۔ تو یوں لگا کہ آپ ؐ کہنے والے ہیں کہ ہاں گواہی ڈھونڈ لے، نہیں تو پیٹھ پر حد جاری کر دی جائے گی۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد مذکورہ میاں بیوی کے درمیان لعان کا معاملہ ہوا۔ (کتاب الشہادت)

افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں دین و شریعت کے اس قانون کو تاکید کے ساتھ سامنے نہیں لایا جاتا۔ اس کی وجہ تو علماء کرام ہی بہتر بتا سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں وکیل جائیداد اور ذاتی دشمنی کی وجہ سے ہونے والے قتل بھی غیرت کے قتل بنا کر (یعنی غصے کا عنصر جو فطری عمل ہے کو شامل کر کے) مجرموں کو رہائی دلانے کی پیشہ ورانہ کوشش کرتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگ اپنے ایسے معاملات ریاست کے نظام عدل کے سامنے پیش کرنے کی طرف راغب ہو سکیں۔ اور یہ صرف تب ہوگا جب یہاں پر اسلامی عدالتی نظام رائج ہو۔ لیکن سوال پھر یہی ہے کہ کیا اس نظام عدل پر کوئی بھروسا کر سکتا ہے؟ جہاں انصاف کی بجائے فریقین کی عزت اچھالنے کے لیے پورا نظام کمربستہ نظر آتا ہے۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

بالادست کون — مجلس شوریٰ یا عدلیہ؟

ضمیر اختر خان

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں آج کل یہ بحث ہو رہی ہے کہ مملکت کے مختلف اداروں کے مابین بالادست حیثیت کس ادارے کو حاصل ہے۔ جمہوریت کے علمبرداروں کے نزدیک مجلس شوریٰ (Parliament) بالادست ادارہ ہے اور ملک کے باقی سارے ادارے اس کی بالادستی (Supremacy) کو تسلیم کریں اور اس کے ماتحت بن کر کام کریں۔ اس ضمن میں اسلامی مؤقف جاننے سے قبل ہم یہ بتادیں کہ فی زمانہ اسلام کا اجتماعی نظام جو کہ دراصل نظام خلافت کہلاتا ہے دنیا میں کہیں بھی رائج نہیں ہے۔ اس وقت دنیا کے مختلف خطوں میں واقع چھوٹے بڑے مسلمان ممالک کی تعداد 57 ہے، مگر کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے جہاں نظام خلافت قائم و نافذ ہو۔ کہیں بادشاہتیں ہیں اور کہیں مغرب سے درآمد کردہ سیکولر جمہوری نظام اپنانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ایسے حالات میں ہماری معروضات کو زمانے کے چلن کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے قابل التفات نہیں سمجھا جائے گا۔ خاص طور پر وہ لوگ جن کے مفادات رائج الوقت نظام کے ساتھ وابستہ ہیں وہ تو برا بھی مانیں گے، مگر ہمیں اصرار ہے اور علیٰ وجہ البصیرت ہم ایسا سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ ساری دنیا کے انسانوں کے لیے صالح ترین نظام وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے توسط سے عطا فرمایا ہے۔ اس کا تجربہ ایک دفعہ ہو چکا ہے اور اسے تاریخ انسانی کا بہترین دور مانا جاتا ہے۔ وہ بہترین اور انسان دوست نظام دور خلافت راشدہ میں اپنی کامل شکل میں رائج رہ چکا ہے۔ ہم دنیا کے انصاف پسند انسانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس نظام کو ایک موقع تو دیں۔ دنیا والو! تم نے بادشاہتوں کے تجربے کر لیے مگر مسائل حل نہ ہوئے۔ تم نے جمہوریت بھی دیکھ لی۔ اس نے بھی عام آدمی کو کچھ نہیں دیا بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کے لیے ڈھال بنی ہوئی ہے اور صرف سرمایہ دار کے مفادات کا تحفظ کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عام آدمی امریکہ اور یورپ میں بھی اس نظام کے خلاف برسرپیکار ہے۔ اب نظام خلافت کو موقع دینا ناگزیر ہو گیا ہے۔ Now give a chance to Khilafah System۔ یہ کوئی انصاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اس بہترین نظام کو آزمائے بغیر آپ محض دھونس و دھاندلی سے اس کو قائم نہیں ہونے دے رہے۔

اسلام انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ کی غلامی میں دینا چاہتا ہے، اس لیے اس نے حاکمیت یا اقتدار اعلیٰ (Sovereignty) انسانوں کے پاس رہنے ہی نہیں دیا، تاکہ ہشیار و چالاک انسان حاکمیت کا دعوے دار بن کر ظلم و زیادتی نہ کرنے لگے۔ اسلام میں حاکمیت و اقتدار اعلیٰ کا سرچشمہ صرف اللہ کی ذات ہے۔ انسانوں کو اس نے حق نیابت دیا ہے۔ اجتماعی امور کو چلانے کے لیے اس نے مشاورت کا نظام دیا ہے، جس پر اولاً خود نبی ﷺ نے عمل کیا۔ گویا اسلامی ریاست میں اجتماعی معاملات کو چلانے کے لیے شورائی نظام کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ خود نبی ﷺ اجتماعی معاملات میں صحابہ کرام ؓ سے مشاورت کیا کرتے تھے، حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی براہ راست رہنمائی حاصل تھی۔ وحی جیسے انتہائی معتبر اور قابل بھروسا ذریعے کے باوجود آپ ﷺ کا صحابہ کرام ؓ سے مشورہ کرنا دراصل مشورے کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

آپؐ کے بعد مسلمانوں کے سنہری دور خلافت راشدہ میں بھی مشاورت کو مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں انتہائی ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اسلامی ریاست کا پورا کام، اس کی تاسیس و تشکیل سے لے کر سربراہ مملکت اور اولی الامر کے انتخاب اور تشریعی و انتظامی معاملات تک، اہل ایمان کے باہمی مشورے سے چلنا چاہیے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ:38) ”اور مسلمانوں کا کام آپس کے مشورے سے چلتا ہے۔“

اسلامی ریاست کو دو بڑے مقاصد کے لیے کام کرنا چاہیے۔ اول یہ کہ انسانی زندگی میں عدل قائم ہو اور ظلم و جور ختم ہو جائے۔ (سورۃ الحدید:25) دوسرے یہ کہ حکومت کی طاقت اور وسائل سے اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا نظام قائم کیا جائے جو اسلامی زندگی کا ستون ہے۔ بھلائی اور نیکی کو ترقی دی جائے جو دنیا میں اسلام کے آنے کا اصل مقصد ہے، اور برائی کو دبایا جائے جو اللہ کو سب سے زیادہ مبغوض ہے۔ (الحج:41)

اسلام کے نظام خلافت میں چونکہ مقتدر اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے اس کا عطا کردہ قانون ہی بالا ہے۔ مجلس شوریٰ ہو یا عدلیہ دونوں مقتدر اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کے سامنے ایک جیسے جوابدہ ہیں۔ عدلیہ قانون پر عمل درآمد کے حوالے سے ذمہ دار ہے۔ اگر سربراہ مملکت کسی بے قاعدگی کا مرتکب ہو تو عدلیہ اس کی جواب طلبی کر سکتی ہے اور بلا جھجک اس کے خلاف فیصلہ بھی کر سکتی ہے۔

اگر سربراہ مملکت کسی بے قاعدگی کا مرتکب ہو تو عدلیہ اس کی جواب طلبی کر سکتی ہے اور بلا جھجک اس کے خلاف فیصلہ بھی کر سکتی ہے۔ عدلیہ پر کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا قطعاً کوئی دباؤ نہیں ہو سکتا۔

عدلیہ پر کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا قطعاً کوئی دباؤ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا قانون کی بالادستی نظام خلافت کی ایک ایسی امتیازی خصوصیت ہے جس کی کوئی دوسرا نظام مثال پیش نہیں کر سکتا۔ نظام خلافت میں عدلیہ کا کام قانون شریعت کا نفاذ ہے۔ وہ انتظامیہ اور مقننہ کے دباؤ سے آزاد ہوتی ہے۔ گو قاضی القضاۃ (Chief Justice) اور دیگر قاضیوں کا تقرر امیر مملکت کرتا ہے۔ لیکن اس کے بعد

امیر کو کوئی حق نہیں کہ وہ عدلیہ کے فیصلوں پر اثر انداز ہو۔ اسلامی نظام حکومت میں اگرچہ تمام ادارے نہایت متوازن انداز میں اپنے اپنے دائرے میں کام کرتے ہیں تاہم قانون کی بالادستی کے پیش نظر یہ کام عدلیہ کا ہے کہ دوسرے اداروں پر نظر رکھے، تاکہ کوئی اپنی حدود سے تجاوز نہ کرے۔ اس اعتبار سے اگرچہ عدلیہ کی حیثیت بالادست ادارے کی دکھائی دیتی ہے لیکن چونکہ قاضی بھی آئین خداوندی کا پابند ہوتا ہے اس لحاظ سے دیکھا جائے تو حقیقت میں شریعت محمدیؐ ہی بالادست ہوتی ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر کیا جانا ضروری ہے کہ شریعت کا نفاذ اصلاً انتظامیہ کی ذمہ داری ہے لیکن اگر قاضی کی عدالت میں کوئی شخص، کمپنی یا ادارہ یہ مقدمہ لے کر جائے کہ انتظامیہ فلاں معاملہ شریعت محمدیؐ کے مطابق نہیں کر رہی تو عدالت مداخلت کر کے فیصلہ کرے گی جو سب کے لیے حتمی اور آخری ہوگا۔

مملکت خداداد پاکستان میں قانون کی حکمرانی کے لیے ضروری ہے کہ عدلیہ کی بالادستی کو قبول کیا جائے۔ ہماری مجلس شوریٰ کے ارکان کا معیار وہ نہیں جو اسلام مقرر کرتا ہے۔ یہاں پیسے کے زور پر ایک جاہل بھی منتخب ہو کر شوریٰ کا رکن بن جاتا ہے۔ اس کو عدلیہ پر بالادستی دینا ظلم کے مترادف ہے۔ اس لیے عدلیہ کی بالادستی ہی معاملات کو چلانے میں مفید ہوگی۔

آخر میں ہم اہل وطن سے گزارش کریں گے کہ ساری توجہات کو نظام خلافت کے قیام پر مرتکز کریں۔ اس کے لیے سب سے پہلے خود اللہ کے احکام پر صدق دل سے ایمان لائیں اور ان پر پورے عزم بالجزم سے عمل پیرا ہوں۔ اسی کی دعوت دوسروں کو دیں اور تمام وسائل و ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ طاقت حاصل کریں اور مناسب وقت پر باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر اسلام کے عادلانہ نظام کو اس کی جگہ قائم کریں۔ یہ کام آسان نہیں مگر ناممکن بھی نہیں ۔

اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

اللہ کا وعدہ ہے اہل ایمان سے کہ اگر وہ ایمان اور عمل صالح اختیار کریں گے تو اللہ انہیں لازماً زمین پر خلافت عطا فرمائے گا (سورۃ النور:55) اللہ ہمیں اس کا یقین عطا فرمائے۔ (آمین)

غریبوں اور بے روزگاروں کی خیمہ بستی

امریکہ کی ممکنہ معاشی تباہی کے حوالے سے ایک امریکی ادارے ٹرینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی چشم کشا تحقیق

سوویت یونین کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی پیش گوئی کرنے والے امریکی ادارے ٹرینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے سربراہ جیرالڈ سیلینٹی نے کہا ہے کہ امریکہ آئندہ سال خوراک کی قلت کا شکار ہو کر فسادات اور پھر انقلاب کا شکار ہو جائے گا اور غریبوں، بے روزگاروں کی خیمہ بستی میں ڈھل جائے گا۔ ہفتے کو ٹرینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے سربراہ جیرالڈ نے اپنی ویب سائٹ پر جاری کردہ آرٹیکل میں خدشہ ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ 2012ء میں امریکہ ترقی پذیر ملک میں تبدیل ہو جائے گا۔ جیرالڈ نے بتایا کہ امریکا میں خوراک کے حصول کے لیے فسادات اور بے روزگاری کے خلاف احتجاج 2012ء میں شروع ہو کر اپنی انتہا پر پہنچ چکا ہوگا۔

ٹرینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے سربراہ کے بارے میں ایک امریکی اخبار کا خیال ہے کہ اگر نوسٹراڈیمس زندہ ہوتا تو اسے اپنی پیش گوئیوں کے حوالے سے جیرالڈ سے سخت مقابلہ کرنا پڑتا، جنہوں نے 1997ء کے ایشیائی کرنسی بحران، 2008ء کے امریکا کے قرضوں کے بحران سے بینکوں کے دیوالیہ اور ڈالر کی قدر گرنے تک کے حوالے سے درست پیش گوئیاں کیں تھیں۔ اپنے آرٹیکل میں انہوں نے امریکا کا ایسا نقشہ بیان کیا جس میں عوام غربت کے سبب خیموں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ لوگ موجودہ صورتحال میں ٹیکس ادائیگی سے انکار کر جائیں گے۔ انہوں نے منظر کو واضح کرتے ہوئے لکھا کہ امریکا میں لوگ ٹیکس ادائیگی سے فرار اس لیے کریں گے کیونکہ ان کے پاس بچوں کی سکول فیس ادا کرنے کی بھی صلاحیت نہیں ہوگی جبکہ جرائم اپنی انتہا پر ہوں گے۔ یاد رہے کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ میں امریکہ اپنے عوام کے 3 ارب ڈالر سے زائد کی خطیر رقم خرچ کر چکا ہے جبکہ اسے ملکی سطح پر اپنے بجٹ کے حوالے شدید مشکلات کا سامنا ہے۔

دوسری جانب امریکا میں بے روزگاری، عدم مساوات اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف مظاہرے بھی جاری ہیں۔ نیویارک میں مظاہرین نے جے پی مورگن چیز ہیڈکوارٹر کے سامنے احتجاج کیا۔ نیویارک میں سینکڑوں مظاہرین نے جے پی مورگن چیز ہیڈکوارٹر تک ریلی نکالی اور جے پی مورگن چیز کے سامنے احتجاج کیا۔ مظاہرین نے جے پی مورگن چیز کے سی ای او کو اپنے مطالبات پر مبنی خطوط بھی دیے۔ مظاہرین نے کہا کہ حکومت نے کم آمدنی والے شہریوں کو نظرانداز کر کے بڑے بینکوں اور مالیاتی اداروں کو امدادی پیکج دیا ہے۔ نیو یارک میں مظاہرین اب بینکوں کے سامنے احتجاج کر رہے ہیں۔ ادھر وال سٹریٹ قبضہ تحریک کے تحت واشنگٹن ڈی سی سمیت امریکا کے مختلف شہروں میں احتجاج جاری رہا۔ تاہم وال سٹریٹ کے باہر سے مظاہرین کو ہٹانے کے لیے نیویارک پولیس نے مظاہرین کے 6 جنریٹرز اور ایندھن اُٹھا لیا۔ پولیس کا خیال ہے کہ جنریٹرز اُٹھائے جانے سے مظاہرین خود چلے جائیں گے، تاہم مظاہرین نے کہا کہ وہ پولیس کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیں گے۔

(روزنامہ ''اسلام'' 30 اکتوبر 2011ء)

دینی مدارس اور ہمارے حکمرانوں کا المیہ

عتیق الرحمٰن صدیقی

لیجیے جناب رحمان ملک کی گل افشانی گفتار ملاحظہ کیجیے۔ کیسے کیسے پھول جھڑتے ہیں، جب وہ محوگفتار ہوتے ہیں، دینی مدارس کو منہدم کرنے کا عزم ہے۔ 31دسمبر2011ء کے بعد ایسے ادارے قانون کی زد میں آکر غیر قانونی قرار پائیں گے۔ نہ معلوم نے بھوت سکولوں کا ذکر کیوں نہ کیا، ان مدرسوں کو کیوں فراموش کر گئے جہاں طالب علم نام کو نہیں اور اساتذہ اور استانیاں گھر بیٹھے تنخواہیں وصول کرتی ہیں۔ ان تعلیمی مراکز کا ذکر کیوں نہ کیا جہاں اساتذہ برائے وزن بہت ہیں، اور سربراہوں سے خالی ہیں۔ وہ ان تعلیم کدوں کو کیوں بھول گئے، جو نظم وضبط کے فقدان کے باعث اپنی افادیت کھو بیٹھے ہیں اور قریہ قریہ، بستی بستی ان نجی اداروں سے کیوں صرف نظر کر گئے جو لوٹ مار میں مصروف ہیں، نصاب غیروں کا پڑھاتے ہیں اور دیارِ فرنگ کی ثقافت کو پروان چڑھانے کی روش پر مامور ہیں۔ نام تعلیم کا ہے مگر فہم وتدبر اور انڈرسٹینڈنگ کا یہاں کوئی چلن نہیں۔ بس طوطوں کی طرح کتاب کے الفاظ رٹانے پر زور ہے۔ بچوں کے والدین اور سرپرستوں کو نتائج ایسے دکھاتے ہیں، جیسے وہ شاندار اور پُرشکوہ مستقبل کا مژدہ سنا رہے ہوں۔

وزیرداخلہ کا المیہ ہے کہ خود تو وہ سورۂ اخلاص سے بھی شناسا نہیں، دین کی واجبی معلومات سے بھی یکسر نابلد ہیں اور یہ جانتے ہی نہیں کہ دینی اداروں میں کیا پڑھایا جارہا ہے۔ میں خود ایک دینی ادارے سے متعلق ہوں، تیس چالیس کے قریب قریب غریب، نادار اور بے کس طلبہ وہاں اقامت گزیں ہیں، ان کی یونی فارم، خوراک اور تعلیم بالکل مفت ہے۔ ماہ رجب میں اور بعض دوسرے مواقع پر کچھ رقم اکٹھی ہوتی ہے۔ کچھ مخیر حضرات التفات کریمانہ سے کام لیتے ہیں اور یوں بمشکل گاڑی رواں دواں ہوتی ہے۔ رجسٹریشن کا سندیسہ اور پیغام اور انتباہ بری بات نہیں، مگر انتہائی قدم ناپسندیدہ ہی ہے اور بغض وعناد سے بھرپور بھی، سوچ سمجھ کر زندہ باد کا نعرہ لگانا چاہیے، بے ہوشی میں سدھ ہوکر ایسے نعرے مردہ باد پر منتج ہوا کرتے ہیں۔ رجسٹریشن کی کارروائی کو سہل اور آسان ہونا چاہیے، دفاتر کے چکر کٹوانا اور پھر معاملات کو سرخ فیتے کی نذر کر دینا صحت مند طرز عمل نہیں۔ آسان ترین لائحہ عمل طے کر کے رجسٹریشن کا قضیہ حل کیا جانا چاہیے۔

اگر سرکاری مدارس کی جانب مؤثر دھیان دیا جاتا، نصاب تعلیم کو اسلام کی کٹھالی میں ڈھالا جاتا، قرآن وحدیث کی تعلیم ساتھ ساتھ جاری رکھی جاتی ہے تو پھر دینی مدارس تخصص کا فرض نبھانے کے لیے باقی رہ جاتے۔ اِس طرح ضروری دینی تعلیم ہر بچے کا مقدر بن جاتی مگر یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ قائداعظم نے قیام پاکستان کے بعد پہلی تعلیمی کانفرنس میں واضح طور پر جس نظریاتی جہت کی نشاندہی کی تھی اس سے مکمل طور پر نظریں چرالی گئیں اور ''ہر کہ آمد عمارت نو ساخت'' کا تسلسل قائم رہا اور مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ نسل نو کے شاہین اپنی لے بھول گئے۔ نہ اسلامی تعلیمات سے روشناس ہوئے اور نہ دنیوی تعلیم کی افادیت سے سرشار ہوسکے۔ گزشتہ چونسٹھ سالوں میں وہ کن کن المیوں سے دوچار ہوئے، وہ ایک روح فرسا تاریخ ہے۔ تفقہ فی الدین تو دور کی بات ہے ذہنی طور پر سیکولر بن کر رہ گئے ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم، نہ ادھر کے رہے اور نہ اُدھر کے۔ کردار کا حسن غارت ہوا اور ظاہری بو باس اور نام ونمود پر قانع ہوکر رہ گئے۔ آج کا عالم یہ ہے کہ نوجوان ڈگریاں اُٹھائے دربدر دریوزہ گری کرتے ہیں اور طرح طرح کے مفاسد میں مبتلا ہوچکے ہیں۔ دولت کی ہوس و

تعاقب

حرص اور معیار زندگی کے تعین نے بے شمار نجاستوں کو جنم دے دیا ہے۔ تعلیم گاہوں میں تعلیم نہیں اور سب کچھ ہے۔ سارا زور انفارمیشن پر ہے اور اصل تعلیم عنقا ہے۔

دینی تعلیم کا آغاز صفہ سکول سے ہوا اور تعلیم کا بھرپور اہتمام ہوا۔ پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ عالم عرب میں ہرسو پھیلا۔ علم وعمل کی نزہتوں سے فضائیں مشکبار ہوئیں۔ بڑے بڑے سکالرز، فقہاء اور محدثین پیدا ہوئے اور چار دانگ عالم میں حقیقی علم کی خوشبو پھیلی۔ پاک وہند میں جابجا مدارس کا گلشن اپنی مہک دینے لگا۔ ہمارے حکمرانوں نے آنکھیں بند رکھیں۔ امت مسلمہ کی حقیقی ضرورتوں اور امت کے نوجوانوں کی اصل پہچان بروئے کار لانے کو درخور اعتنا نہ سمجھا تو نتیجہ سامنے ہے۔ ہم آج آتش بیگانہ کے دریوزہ گر ہیں اور اپنی خو کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔ اقبالؒ نے چیونٹی اور عقاب کے مکالمے کو نہایت خوب صورتی سے پیش کر کے دین کے دعویداروں کو یہ سبق پڑھایا تھا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں اور غیروں کی غلامی کا جوا سر سے اتار دیں، مگر ہم نے فکر اقبال کا ورد تو کیا مگر ان کی سوچ کو فروزاں کرنے سے قاصر رہے ہے۔

میں پائمال و خوار و پریشان و درد مند
تیرا مقام کیوں ہے ستاروں سے بھی بلند؟

چیونٹی کی اس بات پر عقاب جواب دیتا ہے:

تُو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ راہ میں!
میں نُہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں!

خرابیاں جہاں بھی پیدا ہوں، انہیں دور کرنے کی تدبیر کی جاتی ہے، نہ کہ ان کا تیاپانچہ کرنے کا عزم کیا جاتا ہے۔ دینی مدارس ہوں یا دنیوی، سرکاری ہوں یا نجی جو مفاسد جہاں پرورش پارہے ہوں ان کا قلع قمع کرنے کی مخلصانہ کوششیں کرنا چاہئیں اور اصلاح ودرستی کی مساعی پر زور دینا چاہیے۔ پوری طرح یکسو ہوکر دین حق کی ترجمانی کرنی چاہیے اور جدید دور کے دوسرے علوم کے ارتقاء کے لیے اس اسلوب پر کوشش جاری رکھنا چاہیے کہ دین ودنیا دونوں محفوظ رہیں اور ہم بحیثیت قوم اپنا تشخص قائم رکھنے اور نظریاتی سمت کو اجالنے میں کامیاب وکامران رہیں۔

بُرے حکمران، اللہ کی نافرمانی کا نتیجہ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ہم بھی عجیب لوگ ہیں۔ جب بھی سیاست پر گفتگو کرتے ہیں تو حکمرانوں کو کوستے ہیں کہ وہ ایسے ہیں اور ویسے ہیں۔ اُن کی وجہ سے ہمارے حالات خراب ہیں۔ لیکن ہم نے یہ کبھی نہ سوچا کہ بُرے حکمران عوام الناس کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ جو کچھ دنیا میں رونما ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے، جب چاہتا ہے واپس لے لیتا ہے۔ یہ حکمران کا امتحان ہے کہ وہ عوام الناس کی بھلائی کے لیے کام کرتا ہے یا انہیں تنگ کر کے اُن کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتا اور اپنی اغراض کو پورا کرتے ہوئے دولت اور شہرت اکٹھی کرنے میں پڑا رہتا ہے۔ بُرے حکمران عوام الناس کا بھی امتحان ہیں کہ وہ اُن کے ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں یا انہیں برداشت کرتے ہیں اور اُن کی غلط پالیسیوں کی حمایت کر کے ناجائز مراعات حاصل کرتے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہیں تو اُن پر اچھے حکمران لائے جاتے ہیں جو لوگوں کے مفاد میں کام کرتے ہیں، مگر جب لوگ بداعمالیوں میں پڑ جاتے ہیں تو اُن پر بُرے حکمران مسلط کر دیے جاتے ہیں جو اُن کو عذاب میں ڈال دیتے ہیں۔ مگر کوئی حکمران اللہ تعالیٰ کی مشیت کو توڑ کر حکمران نہیں بن جاتا۔ بُرے حکمران عوام الناس کے لئے مصائب اور دشواریاں پیدا کرتے ہیں مگر کوئی مصیبت ایسی نہیں جو اللہ کی مشیت کے بغیر آ جائے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ''کوئی مصیبت نہیں جو اللہ کی اجازت کے بغیر نازل ہو''۔ نیز یہ بھی قرآن مجید میں ہے کہ ''جو بھی مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے اور بہت سی بداعمالیوں کو تو اللہ معاف بھی کر دیتا ہے''۔

برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان کے قیام کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ پر رکھی۔ انتہائی نامساعد حالات کے باوجود پاکستان بن گیا۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستانی قوم اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو بھول گئی۔ نفاذ شریعت کے امکان کو بھی ختم کر دیا اور بحیثیت مجموعی پوری قوم لہو و لعب میں مشغول ہو گئی، بلکہ مسلمانوں اور اسلام کے پکے دشمنوں کے طور طریقے اپنانے میں فخر محسوس کرنے لگے تو مشیت خداوندی کے تحت قوم پر بد سے بدتر حکمران آتے رہے، جنہوں نے دشمنان اسلام کو خوش کرنے کی خاطر اپنوں کا قتل عام کیا۔

بُرے حکمرانوں کی برائیوں کا تذکرہ نہایت بھلا لگتا ہے۔ جہاں دو چار لوگ اکٹھے ہوئے حکمرانوں کو برا بھلا کہنے میں مشغول ہو گئے۔ نہ تو اپنے کردار و عمل کی اصلاح کا عہد کیا، نہ کسی برائی کو چھوڑا، تو یہ کار عبث ہے۔ بُرے حکمرانوں کو سب و شتم کا نشانہ بنانے اور اُن کے حق میں بددعائیں مانگنے میں لگ جانا مسئلے کا حل نہیں۔ بلکہ مسئلے کے حل کے لیے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگنے، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونے، اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور اپنا طرزِ عمل درست کر کے اللہ کے احکام کی پابندی کرنے کا عہد کرنا چاہیے۔

بلاشبہ اللہ جب چاہے برے حکمران سے اقتدار چھین سکتا ہے مگر اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اپنے دین کے ساتھ خلوص رکھتا ہے اور جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہتا ہے اور کون دنیاوی مفادات کے حصول کے لیے برے حکمران کا ساتھ دے کر معصیت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

بیماری اور صحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب بیماری آتی ہے تو صحت کی دُعا کے ساتھ ساتھ دوا کا استعمال بھی کیا جاتا ہے، اور بیماری کی وجہ دریافت کر کے آئندہ کے لیے اُس سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب تک قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کام چھوڑ کر توبہ نہ کرے گی بلکہ بُرے حکمرانوں کو سب و شتم کرنے اور اُن کے حق میں بددعائیں کرنے میں مشغول رہے گی تو اُن کی دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دو الفاظ میں نتیجہ خیز بات فرما دی ہے کہ ''اعمالکم عمالکم'' یعنی تمہارے اعمال ہی تمہارے حاکم ہیں۔ اگر تم اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرو گے تو تم پر نیک، خدا ترس اور نرم مزاج حاکم مقرر کیے جائیں گے اور اگر اللہ کی نافرمانی والے کام کرو گے تو تمہارے اوپر ظالم، تندخو، بددیانت اور بے رحم حکمران مقرر کیے جائیں گے، جو تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ قوم بحیثیت مجموعی ہر طرح کی نافرمانیوں میں لگی ہوئی ہو، لہو و لعب میں گرفتار ہو کر بے پردگی، بے حیائی اور رذائل اخلاق اختیار کیے ہوئے ہو اور اس پر عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا حکمران آ جائے۔ معارف الحدیث (جلد ہفتم) کی آخری حدیث قدسی کا ترجمہ اس طرح ہے:

''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود و مالک نہیں، میں حکمرانوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہانِ عالم کے دل میرے ہاتھ میں ہیں (اور میرا قانون ہے کہ) جب میرے بندے میری اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں تو میں ان کے حکمرانوں کے دلوں کو رحمت و شفقت کے ساتھ ان بندوں پر متوجہ کر دیتا ہوں اور جب بندے میری نافرمانی کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں تو میں ان کے حکمرانوں کے قلوب کو خفگی اور عذاب کے ساتھ ان بندوں کی طرف موڑ دیتا ہوں پھر وہ ان کو سخت تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ پس تم اپنے حکمرانوں کے لیے بددعا میں مشغول نہ ہوا کرو بلکہ اپنے کو میری یاد میں اور میری بارگاہ میں الحاح و زاری میں مشغول کرو تاکہ میں تمہارے لیے کافی ہو جاؤں حکمرانوں کے عذاب سے نجات دینے کے لیے۔''

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم)

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی بادشاہ ہے۔ کائنات میں اُس کی مشیت کارفرما ہے۔ وہ اپنے فرمانبردار بندوں پر نرم خو اور

اچھے لوگوں کو حکمران بناتا ہے اور جب کوئی معاشرہ نافرمانیوں پر اتر آئے تو لوگوں پر برے حکمران مسلط کر دیتا ہے جو اُن کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو برے حکمرانوں کو سب وشتم کرنے کی بجائے عوام الناس کو بحیثیت قوم اپنی بداعمالیوں سے توبہ کرنی چاہیے۔ اچھے اعمال اختیار کرنے چاہئیں۔ اللہ کے ذکر اور اُس کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگنی چاہیے۔ نیز بُرے حکمرانوں کو راہ راست پر لانے کے لیے مقدور بھر کوشش کرنی چاہیے۔ اگر اُن کی اصلاح ممکن نظر نہ آتی ہو تو مل جل کر اُن کو اقتدار سے الگ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ انفرادی اور اجتماعی جدوجہد اگر کامیاب ہوتی ہے تو برے حکمرانوں سے نجات مل جائے گی۔ اگر یہ کوشش کامیاب نہیں ہوتی تو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اللہ کے ہاں اجر پائیں گے۔

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم راولپنڈی غربی میں جناب علاؤالدین کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم راولپنڈی غربی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مشورہ کے بعد جناب علاؤالدین خان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

نئی مقامی تنظیم مظفر آباد کا قیام اور جناب انوار الحق کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ آزاد کشمیر کی جانب سے مظفر آباد میں نئی تنظیم کے قیام اور اس میں تقررِ امیر کے لیے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مشورہ کے بعد نئی مقامی تنظیم مظفر آباد کے قیام اور جناب انوار الحق کیانی کو مذکورہ تنظیم کا امیر مقرر کرنے کی منظوری فرمائی۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

یاد رفتگان

سمیر خان شہید کی یاد میں!

مصطفیٰ الترک امیر سابقہ تنظیم اسلامی شمالی امریکہ (جواب IONA ہے) کے خطاب جمعہ کا ترجمہ

مترجم: سید محمد افتخار احمد

حمد وثنا وصلوٰۃ وسلام کے بعد۔ آج کا خطاب سمیر خان شہید کی یاد میں ہے، جو 30 ستمبر 2011ء کو انورالعولقی کے ساتھ یمن میں امریکی فوجوں کے ڈرون حملہ میں شہید ہوئے۔ سمیر کو میں ذاتی طور پر اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ 11 سال کا پیارا، ذہین اور ہونہار بچہ تھا۔ وہ امریکی شہری تھا، جو سعودی عرب میں پیدا ہوا۔ لیکن اس کی پرورش امریکہ میں ہوئی۔

سمیر کی کہانی ایک پرخلوص مسلمان کی کہانی ہے، جس نے شدید مخالفتوں اور انتہائی دباؤ کے باوجود مذہبی راستہ اپنایا۔ وہ ایک پرجوش مسلمان نوجوان تھا، شیطانی تہذیب اور غیر منصفانہ، منافقانہ ماحول اور معاشرے سے ناخوش تھا۔ ایک نوجوان کی توانائی اگر صحیح سمت میں رہنمائی نہ پائے تو اکثر تباہ کن ہوتی ہے جسے امریکی اصطلاح میں عسکریت (militancy) اور انتہاپسندی (extremism) کا راستہ کہتے ہیں۔

سمیر خان کے والد میرے دوست ہیں۔ وہ بھی عملی اور تحریکی مذہبی آدمی ہیں۔ انہوں نے سمیر کو درمیانی راستہ اختیار کرنے کے لیے بہت سمجھایا، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ انہوں نے ایک امید پر سمیر کو میرے پاس اور دیگر ائمہ مساجد کے پاس بھیجا، مگر ہماری پند ونصائح کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کے جوش وولولہ کے تحت میں نے تنظیم سے اس کی رکنیت جنوری 2007ء میں ختم کردی۔ کیونکہ ''غلبہ واقامت دین کی جدوجہد کے لیے'' ہماری تنظیم کا راستہ غیر عسکری ہے۔ سمیر 2009ء میں امریکہ سے یمن چلا گیا، جہاں وہ شہید ہوگیا۔

انورالعولقی امریکہ میں پیدا ہوا تھا۔ وہ ورجینیا کی ایک مسجد ''دارالہجرہ'' کا امام تھا۔ وہ معتدل خیالات کا مالک تھا لیکن اس میں انتہاپسندی کی رغبت پیدا ہونے لگی تھی کہ 9/11 کا واقعہ پیش آیا اور اسے تحقیقات کے لیے گرفتار کرلیا گیا۔

دہشت گردی ایک ایسا عمل ہے جو ظالمانہ نظام میں لوگوں بالخصوص نوجوانوں کے ساتھ روز مرہ کے نامنصفانہ، غیر انسانی سلوک سے جڑ پکڑتا ہے۔ یہ ظلم و ناانصافی کا ردعمل ہے۔ مثلاً نائن الیون کے فوراً بعد امریکہ نے افغانستان پر حملہ کردیا۔ محض اِس بنیاد پر کہ اُس نے اسامہ کو پناہ دے رکھی ہے، حالانکہ افغانستان کا اِس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اِسی طرح امریکہ نے 26 اکتوبر 2001ء کو ''حب الوطنی'' قانون نافذ کردیا جس کے تحت پولیس کو وسیع اختیارات دے دیے گئے کہ وہ کسی بھی شخص کا فون، ای میل، میڈیکل، مالیاتی اور دوسرے ریکارڈ چیک کرسکتی ہے۔ اس قانون کی زد میں تمام دنیا میں صرف مسلمان ہی آئے۔ میں خود بھی ایئرپورٹس، ہائی وے چیک پوسٹس اور دیگر مقامات پر تحقیقات، پوچھ گچھ اور رُسوا کن سلوک سے نہ بچ سکا۔ ان کا یہ ناروا سلوک آج بھی جاری ہے۔ بدقسمتی سے ان کے خیال میں عملی مسلمان پوشیدہ دہشت گرد ہیں۔

امریکہ نے 2003ء میں برطانیہ کو اپنا اتحادی بنا کر عراق پر حملہ کردیا، جس میں لاکھوں بے گناہ لوگ، عورتیں، بوڑھے، بچے مارے گئے اور لاکھوں زخمی اور معذور ہوگئے۔ لاکھوں لوگ نقل مکانی کر کے گھروں سے بے گھر ہوگئے۔ امریکہ ہمیشہ شیخی بگھارتا ہے کہ اس نے دشمن کے دانت کھٹے کردیے ہیں۔ حالانکہ دشمنی کا یہ بہانہ کہ عراق کے پاس مہلک کیمیائی ہتھیار ہیں بالکل جھوٹ ثابت ہوا، کیونکہ اب تک اسے یہ ہتھیار مل ہی نہیں سکے۔ اس کے برعکس امریکی مہلک کیمیائی ہتھیاروں نے عراق اور افغانستان کے کروڑوں بے گناہ افراد کو موت کے گھاٹ دیا، یا زندہ لاش بنا دیا۔ چنانچہ ان ملکوں میں کینسر، پیدائشی معذوری اور اپاہج پن اب عام بیماری ہے۔

جنگ کے خوفناک مناظر میں عراق وافغانستان کے شہروں اور قصبوں میں انسانی آبادی کی تباہی اور

کھنڈرات کے ساتھ ساتھ ''ابوغریب'' اور ''گوانتاناموُ'' جیلوں میں مسلمانوں کے ساتھ غیر انسانی و غیر فطری جسمانی اذیت کے مختلف طریقے اور عقوبات ان لوگوں کے ہاتھوں جو اپنے آپ کو دنیا کی ''مہذب ترین قوم'' اور ''انسانی ہمدردی کے چیمپئین'' کہتے ہیں، روزمرہ کا وتیرہ ہے۔ جس سے مشتعل ہوکر مسلم نوجوان جذبات کے پھندے میں پھنس کر بدلہ لینے والوں میں شامل ہوجاتے ہیں۔ سمیر خان بھی انہی میں سے ایک تھا۔

امریکہ کے ٹیکس دہندگان کا سرمایہ اسی طرح کی جنگوں میں صرف ہورہا ہے۔ ہم ایران پر بھی حملہ آور ہونے والے تھے۔ اس دوران امریکی شہ پاکر اسرائیل نے لبنان پر حملہ کردیا۔ اور وہ اب بھی غزہ کے بے گناہ فلسطینیوں کا قتل عام کررہا ہے۔ ساتھ ہی ہتھیائی گئی زمین پر اسرائیلی آبادکاری جاری ہے۔ اس طرح کے ظلم وستم پر احتجاج پر کتنا جھوٹ بولا جاسکتا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ امت مسلمہ جسدِ واحد کی مانند ہے۔ جب اس کا ایک عضو درد کرے تو بخار کی وجہ سے سارا جسم درد محسوس کرتا ہے۔ اگر دنیا کے کسی خطہ میں ایک مسلمان کو استحصال یا اُسے عدل کے فقدان سے تکلیف پہنچے تو دوسرے مسلمان کو لازمی اس درد اور تکلیف کا احساس ہونا چاہیے۔

اپنے ہی ملک امریکہ میں جب نوجوان دیکھتے ہیں کہ جو لوگ بڑے عہدوں پر فائز ہوکر فراڈ کرتے اور ملک کو معاشی بدحالی میں دھکیلتے ہیں اور حکومت ان کو سزا دینے کی بجائے بڑے بڑے انعامات اور عہدوں سے نوازتی ہے تو انہیں احساس ہوتا ہے کہ ملک کا نظام عام لوگوں کی مرضی سے نہیں چلتا، بلکہ گنتی کے چند لوگ اس کو کنٹرول کررہے ہیں۔ چند ادارے جیسے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف رؤسا اور مفلس لوگوں میں معاشی خلا کو مزید بڑھانے کا باعث بن رہے ہیں۔ نوجوانوں میں عسکریت کو جنم دینے میں ہماری اپنی حکومت کا بڑا ہاتھ ہے۔ سمیر خان اسی نظریے کا شکار بنا۔

نوجوانوں میں اس جذبے کی ایک وجہ امریکی حکمرانوں کی سیاسی منافقت بھی ہے۔ امریکی جمہوریت نے ایک عرصے تک تیونس، لیبیا، یمن، شام میں ڈکٹیٹروں کو دوسرے لوگوں پر ظلم، استحصال اور چنگیزی ہتھکنڈے استعمال کرنے کی کھلی چھٹی دیے رکھی۔ جبکہ عراق کے صدام حسین کی حکومت کا تختہ بھی تب الٹا گیا جب یہ محسوس کیا کہ وہ اسرائیل کے لیے خطرہ بننے والا ہے۔ یہ تو مندرجہ بالا ممالک کے استحصال شدہ اور غیر عادلانہ سلوک کے مارے ہوئے مفلوک الحال نوجوان تھے جنہوں نے لوگوں میں شعور بیدار کیا اور اپنے حاکموں کے خلاف پرامن تحریک چلائی۔ دہشت گردی پوری دنیا کا مسئلہ بن چکا ہے۔ اس روز بروز بڑھتے ہوئے مسئلے کا واحد حل اسلام ہے۔ جان لو کہ اسلام میں بے گناہ لوگوں کو مارنا اور املاک کو تباہ کرنا یعنی ہر قسم کی دہشت گردی سخت منع ہے (خواہ یہ افراد کی سطح پر ہو یا ریاست کی سطح پر)۔

دہشت گردی کا منفی رویہ دراصل انٹرنیٹ اور میڈیا کے دوسرے ذرائع ٹی وی، اخبار وغیرہ کے ذریعے بڑھ رہا ہے۔ والدین کو اپنے بچوں کے کردار اور سلوک پر نظر رکھنی چاہیے۔ ان کا زیادہ وقت پاکیزہ ماحول، مفید مذہبی علوم اور ٹیکنیکل تعلیم پر صرف ہونا چاہیے۔ قرآن وسنت کی تعلیم کے بغیر نوجوان آسانی سے غلط نظریات کا شکار ہوسکتے ہیں۔ امریکی مسلم جیورسٹس کے اجتماع (AMJA) نے حال ہی میں شکاگو میں ان حالات پر غوروفکر کیا ہے اور چند سفارشات مرتب کی ہیں، تاکہ ہمارے نوجوانوں کی قوت مثبت جدوجہد میں صرف ہو، نہ کہ خطرناک، نقصان دہ کاموں میں ضائع ہو۔ ہمیں اپنے نوجوانوں کو خصوصاً نوعمری کے مرحلے میں پوری دلسوزی اور مفید دینی گفتگو سے سمجھانا چاہیے کہ ان کے جائز غصہ اور تشویق کا صرف ایک حل ہے اور وہ ہے اسلامی انقلاب کا نبوی منہج۔

ہم نے ان تمام دردمند اصحاب خیر کا ساتھ دیا ہے، جنہوں نے انور العولقی اور سمیر خان کے بہیمانہ قتل پر مذمت کا اظہار کیا ہے۔ امریکی حکومت نے آئین کی پانچویں ترمیم کی خلاف ورزی کی ہے جس کے مطابق ''کسی شخص کو اس کی جان، مال، اور آزادی سے قانونی کارروائی کیے بغیر محروم نہیں کیا جائے گا۔''

IONA (اسلامک آرگنائزیشن آف نارتھ امریکہ) نے بھی امریکی حکومت کے خلاف مذمتی پریس ریلیز اسی دن جاری کیا جس روز کہ یہ خبر منظرعام پر آئی۔

ہم ان دونوں حضرات کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور ان کے خاندانوں کے ساتھ ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ دعا کرتے ہیں کہ دنیا میں اسلام کا امن اور عدل پر مبنی نظام غالب ہو۔

(یہ مضمون بزبان انگریزی ندائے خلافت کے جلد 20، شمارہ 43 میں موجود ہے)

''معافی طلب کرو کہ بہت دیر ہوچکی''

همایوں فرید

بھولا سبق پڑھو کہ بہت دیر ہوچکی
وعدہ وفا کرو کہ بہت دیر ہوچکی

اب مقصد حیات سے غفلت ہوئی بہت
قبلہ صحیح کرو کہ بہت دیر ہوچکی

اعمال کا عذاب کہیں مستقل نہ ہو
''معافی طلب کرو کہ بہت دیر ہوچکی''

باطل کے اس نظام کو جڑ سے اکھاڑ دو
طاغوت سے لڑو کہ بہت دیر ہوچکی

اللہ کی زمین پر حق کا نظام ہو
یہ فرض ادا کرو کہ بہت دیر ہوچکی

کتنے ستون ڈھاؤ گے اے شیخ دین کے
سجدے ادا کرو کہ بہت دیر ہوچکی!

معمار پاکستان نے کہا:

پاکستان 14 اگست 1947ء کو عظیم اسلامی ریاست کی حیثیت سے معرضِ وجود میں آیا۔ یہ دنیا میں پانچویں بڑی اسلامی مملکت ہے۔ پاکستان کا آئین، آئین ساز اسمبلی نے بنانا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ آئین جمہوری اور اسلام کے مسلمہ قوانین پر مبنی ہوگا۔

(27 فروری 1948ء کو امریکی لوگوں سے ریڈیو پر خطاب)

جمہوریت ضرر رساں کیوں؟

کامران وحید

جمہوریت آج کی ترقی یافتہ مگر اخلاقیات سے عاری دنیا کا سب سے حسین فریب ہے۔ درحقیقت استعمار نے اپنے سرمایہ دارانہ نظام کو پھیلانے اور اس کے مکروہ چہرے کو چھپانے کے لیے جمہوری نظام کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جس میں درپردہ معاشرے کا ایک مختصر مراعات یافتہ طبقہ ہی قانون سازی جیسے عمل کو اپنے قبضے میں کر کے وسائل سمیٹنے اور اپنے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اس سرکش جمہوریت میں اختیارات اور قانون سازی کا سرچشمہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات نہیں بلکہ عوام کی اکثریت کو جانا جاتا ہے جو اپنے نمائندوں (مراعات یافتہ مختصر طبقہ) کے ذریعے کسی بھی جائز یا ناجائز خواہش کو اکثریت کی بنا پر قانون بنا سکتی ہے چاہے یہ قرآن و سنت سے متصادم ہی کیوں نہ ہو۔

اس ضمن میں قارئین کو یہ بات ضرور ذہن میں رکھنی چاہیے کہ قرآن نے جہاں بھی لوگوں کی اکثریت کا ذکر کیا ہے ہمیشہ منفی انداز میں کیا ہے۔ کسی ایک مقام پر بھی اللہ نے اکثریت کو راہ راست پر ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا۔ ﴿وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (المائدہ:59) ''بے شک تم میں سے اکثر فاسق (نافرمان) ہیں۔'' ﴿تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''دیکھتے ہو تم اکثر کو اُن میں سے کہ وہ دوستی کرتے ہیں اُن سے جو کافر ہیں۔'' (المائدہ:80)

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الاعراف:131)

''لیکن اُن میں سے اکثریت لاعلم تھی۔''

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ (الانعام:111)

''لیکن اُن میں سے اکثریت جاہل ہے۔''

﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (العنکبوت:63)

''بلکہ اُن میں سے اکثریت عقل نہیں رکھتی۔''

الغرض قرآن نے کبھی بھی اکثریت کو مثبت انداز سے پیش نہیں کیا اور یہ بات مغرب کے اجتماعی ذہانت یعنی (Collective Wisdom) کے کلیہ پر شدید ضرب لگاتی ہے۔ اس کلیہ کے مطابق اجتماعی ذہانت ہمیشہ انفرادی سوچ اور ذہانت سے بہتر ہوتی ہے لہٰذا اکثریت ہی واجب الاطاعت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چند مخصوص معاملات میں اکثریت ہی واجب الاطاعت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چند مخصوص معاملات میں اکثریت کا فیصلہ صحیح رائے کی طرف رہنمائی کرتا ہے لیکن یہ سمجھ لینا کہ اکثریت ہر معاملے میں درست حل پیش کر سکتی ہے ایک فاش غلطی ہے۔

جمہوریت میں قانون سازی کا اختیار مطلقاً پارلیمنٹ کو دے دیا جاتا ہے اور ڈنکے کی چوٹ پر کہا جاتا ہے کہ ''پارلیمنٹ سپریم ہے۔'' جمہوریت کے علمبردار یہ کیوں بھول جاتے ہیں اور عوام کے نمائندے صرف اِن احکامات کو نافذ کرنے کے پابند ہیں۔ یقیناً اسلامی ریاست میں قانون سازی بھی ہے مگر ''اَمْرُهُمْ'' میں اور وہ بھی اس دائرے کے اندر رہتے ہوئے جو حدود اللہ نے متعین کیے ہیں۔ پارلیمنٹ اسلام کے قطعی احکامات پر رائے شماری کرنے بلکہ بحث کرنے کی بھی مجاز نہیں۔ آئین میں محض یہ تحریر کر دینے سے کہ ''اقتدار اعلیٰ کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور عوام کے نمائندے اس کو صرف امانت کے طور پر استعمال کریں گے۔'' کوئی بھی ریاست اسلامی نہیں ہو سکتی جب تک اس کا عملاً نفاذ نہ ہو۔ کیا اسی پارلیمنٹ نے حدود آرڈیننس (حقوق نسواں بل) میں ترمیم کر کے اِس امانت میں خیانت نہیں کی جبکہ تمام مکاتب فکر کے علماء کا بھی فیصلہ تھا کہ یہ بل مطلقاً حرام اور غیر شرعی ہے۔

یہی وہ جمہوریت ہے جس نے ماضی میں پاکستانی آئین میں آرٹیکل 248 منظور کروایا جس کی رو سے صدر اور گورنر جیسے عہدوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا کہ اُن پر فرد جرم عائد نہ کی جا سکے چاہے وہ اپنے دور حکومت میں بڑے سے بڑا جرم یا گناہ بھی کر گزریں۔ کیا ہمارے سیاستدانوں کو خلفائے راشدین کا وہ سنہرا دور یاد نہیں جس میں خلیفہ بھی عدالت میں قاضی کے سامنے حاضر ہونے کا پابند تھا۔ یاد رکھیے! اسلام کے نظام خلافت میں کوئی بھی شخص قانون اور محاسبے سے بالاتر نہیں خواہ وہ حکمران ہو یا عوام کے عام نمائندے۔

علاوہ ازیں جمہوریت میں چونکہ قوانین کسی بھی وقت تبدیل کیے جا سکتے ہیں لہٰذا حکمران طبقہ عوامی خزانے کو لوٹنے کے بعد اپنے آپ کو قانونی اور آئینی تحفظ بھی دے سکتا ہے۔ بقول شاعر ؎

جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے

اسی لیے دنیا کی کسی بھی جمہوریت میں محاسبہ برائے نام رہ جاتا ہے۔ جنرل پرویز مشرف کا 2007ء میں قومی مفاہمتی آرڈیننس NRO اسی جمہوریت کے 'ثمرات' کی بدترین مثال تھی اور اُن عوام کے منہ پر طمانچہ تھا جن کی دولت ماضی میں دونوں ہاتھوں سے لوٹی گئی اور پھر محض ایک آرڈیننس سے تمام گناہگاروں کو معاف کر دیا گیا۔ جبکہ دور خلافت میں جب بھی صوبوں کے والی (گورنر) مقرر کیے جاتے تو والی بننے سے پہلے اور اِس عہدے سے اترنے کے بعد ان کے اموال و جائیداد کا محاسبہ کیا جاتا اور اگر شک ہوتا کہ والی نے اپنے عہدے کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے کوئی مال بنایا ہے تو فوراً اُس سے لے کر بیت المال میں جمع کروا دیا جاتا۔

کیا مندرجہ بالا مثالیں یہ واضح کرنے کے لیے کافی نہیں کہ جمہوریت اور پارلیمنٹ اللہ کے مقرر کردہ قوانین سے چھیڑ چھاڑ کرنے بلکہ بدل دینے کی کھلی اجازت دیتے ہیں، جو آج کی دنیا کا سب سے بڑا کفر و شرک ہے۔ کیا ایسی ناپاک جسارت کرنے والوں نے سورۃ الاحزاب کی اس آیت پر غور نہیں کیا جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ (الاحزاب:36)

''اللہ اور اُس کا رسولؐ جب کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کے لیے اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔''

کیا آج کی جمہوری پارلیمنٹ کا طرز عمل اس آیت کے منافی نہیں۔ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے کہ سود جیسی

قبیح ترین لعنت انہی جمہوری اداروں اور عوام کے برائے نام نمائندوں کی زیرسرپرستی معاشرے میں ناسور کی طرح پھیل رہی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اللہ کے واضح احکامات کے باوجود زرعی زمین پر عشر نافذ نہیں کیا جاتا۔ صرف اس لیے کہ ہماری جمہوری پارلیمنٹ میں اکثریت جاگیرداروں اور زمینداروں کی ہے جو کسی صورت اپنی سونا دیتی زمینوں پر عشر دینے کو تیار نہیں۔ لہٰذا کس طرح یہ پارلیمنٹ گوارا کرے گی کہ اسلام کے ایک ایسے حکم کو نافذ کیا جائے جس کی وجہ سے اِس باطل نظام کے محافظوں کو اپنی کچھ دولت سے ہاتھ دھونا پڑے چاہے اس کے لیے ان عوامی نمائندوں کو اپنے ہی عوام کو ظالمانہ اور غیر شرعی ٹیکسوں کے بوجھ تلے کچلنا پڑے۔ لہٰذا یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے رکھوالے عوام نہیں بلکہ طاغوت کے نمائندے ہیں، جبکہ اسلامی نظام ہی وہ واحد حل ہے جو امت کے تمام مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

عوامی نمائندگی کا یہ دھوکہ صرف ہماری جمہوریت میں ہی نہیں دیا جاتا بلکہ امریکہ جیسی دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں بھی سیاستدان اقتدار کے ایوانوں تک پہنچنے کے لیے عوام کے ووٹ نہیں بلکہ سرمایہ دار ملٹی نیشنل کمپنیوں اور طاقتور لابیوں کے فنڈز اور آشیرباد کے محتاج ہوتے ہیں اور الیکشن سے پہلے یہ ان طاغوتی قوتوں کو یقین دلاتے ہیں کہ اقتدار میں آ کر ان کے مفادات کا ہر صورت تحفظ کریں گے، لہٰذا عوام وہاں بھی اپنے نمائندوں کو عوام کی بجائے یہودی لابی اور دوسرے مالیاتی اداروں کے مفادات کا تحفظ کرتے ہی پاتی ہے۔ سابق صدر بش کا عراق کے بارے میں امریکی عوام سے کیمیائی ہتھیاروں کا جھوٹ بول کر اِس پر حملہ کرنے سمیت دوسری کئی مثالیں جمہوریت پر ہمارے الزامات کو سچ ثابت کرتے ہیں۔ اِن تمام حقائق کی روشنی میں اِس بات کا ادراک مشکل نہیں کہ جمہوریت عوام کی نہیں بلکہ سرمایہ دار اور سرمایہ دارانہ نظام کی محافظ ہے۔ یہ عوام کی نمائندگی کا لبادہ اوڑھ کر عوام پر ہی ظلم کرنے کا دوسرا نام ہے۔ اسی لیے اقبال جیسے مردِ مؤمن نے اپنی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں ابلیس کے منہ سے ہی کہلوایا تھا کہ

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خودنگر

پھر اسی نظم میں آگے جا کر ابلیس کے اس اقرار کو اقبال مزید واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

لہٰذا اِس وقت امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ اپنے فرض کو پہچانے اور اسلامی نظام اور خلافت کے لیے اُٹھ کھڑی ہو تاکہ اس دنیا پر صرف اللہ رب العزت کے احکامات ہی کی حکمرانی ہو۔ دوسری طرف ہمیں کفریہ استعمار کو یہ صاف صاف بتا دینے کی ضرورت ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی محافظ جمہوریت سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ اسلام ایک مکمل دین ہے جو کہ نہ صرف اُمت مسلمہ بلکہ تمام بنی نوع انسان کی فلاح کا ضامن ہے۔ یہی وہ نظام ہے جو کہ آج کی پریشان حال انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرسکتا ہے۔ جبکہ مسلمانوں کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ کا یہ دین دوسرے تمام ادیان پر غالب ہونے آیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝٣٣﴾
(التوبہ:33)

''وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت (قرآن مجید) اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو باقی تمام ادیان پر غالب کردے خواہ مشرکوں کو ناگوار ہی ہو۔''

دعائے مغفرت کی درخواست

- تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے ناظم محترم خورشید انجم کے بہنوئی وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی جنوبی کوئٹہ کے مبتدی رفیق ڈاکٹر احسان اللہ سومرو کے بڑے بھائی وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی جنوبی کوئٹہ کے مبتدی رفیق منیر احمد کے بہنوئی وفات پا گئے
- حلقہ پنجاب جنوبی کے معتمد شوکت حسین انصاری کے والد محترم وفات پا گئے
- ملتان شہر کی تنظیم کے ملتزم رفیق شکیل اسلم کے ماموں وفات پا گئے
- نیو ملتان کے مبتدی رفیق وسیم الحق کی والدہ وفات پا گئیں
- نیوملتان کے رفیق محمود بھوٹا گجر کی خالہ وفات پا گئیں
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق عمیر علی خان کے نانا ملتان میں وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتک وحاسبھم حسابًا یسیرًا

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''قرآن اکیڈمی گلشن سحر قاسم آباد حیدرآباد'' میں

مبتدی تربیتی کورس

14 تا 20 جنوری 2012ء

(بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعہ نماز جمعہ)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس کورس میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت
(042)36316638-36366638
0333-4311226

کالم آف دی ویک

سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے......

اوریا مقبول جان

دن بدلنے کی نوید تو مدتوں سے سنتے آرہے تھے اور بشارتوں کے موسم کی نشانیاں بتانے والے پکار پکار کر کہتے تھے کہ اس دنیا میں قائم ابلیسی نظام آخری ہچکیاں لے رہا ہے۔ لیکن اکثریت ایسی ہے جو آج بھی اس خبر کو جو سچائی کی طرح عیاں ہوتی جارہی ہے، دیوانے کی بڑ اور خوش فہم لوگوں کا خواب سمجھتی ہے۔ ان کے نزدیک زمانہ بہت ترقی کرگیا ہے۔ اس نے اپنی زندگی گزارنے، حالات ٹھیک کرنے، عیش و عشرت کے سامان مہیا کرنے اور موت سے پہلے اس زندگی کو آخری مہلت سمجھ کر اس کے ایک ایک لمحے کو پُر مسرت بنانے کے نت نئے طریقے ایجاد کرلیے ہیں، ہر طرح کے سامان مہیا کرلیے ہیں۔ اس دنیا کا سیاسی، انتظامی، معاشی اور معاشرتی سسٹم اتنا پیچیدہ ہوچکا ہے کہ اب اس میں کسی دقیانوسی خیال اور بوسیدہ نظریات کی واپسی کی کوئی گنجائش نہیں۔ آج سے صرف دو سال قبل تک اس امت کے پڑھے لکھے سنجیدہ نوجوانوں کے سامنے جب یہ سوال رکھا جاتا کہ دنیا کا اقتصادی نظام ایک گورکھ دھندا ہے، اسے پوری طرح سمجھنے کے لیے تو معاشیات میں ایم اے کی ڈگری بھی بہت کم ہے۔ اتنا زیادہ پڑھنے کے باوجود بھی تمام پہلوؤں کا بس تھوڑا تھوڑا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ کرنسی کو سمجھنا ہو تو مزید تعلیم حاصل کرو، عالمی تجارت علیحدہ موضوع ہے، معاشی کساد بازاری سے بین الاقوامی معاشی بالادستی کے مختلف عوامل ہیں۔ اسی طرح ان سب سے بالاتر اور اہم چیلنج یہ پیش کیا جاتا کہ اس دنیا کا سارا معاشی نظام بینکنگ سسٹم اور سود کے گرد گھومتا ہے اور یہ ایک ایسا مضبوط اور مستحکم نظام ہے کہ اس کے بغیر تو دنیا کی معیشت سانس بھی نہیں لے سکتی۔ سب سے پہلا سوال ہی یہ کیا جاتا کہ تمہارے اسلام میں لے دے کر ایک یہی اصول ہے کہ سود حرام ہے بلکہ تم تو اس قدر متشدد ہو کہ تمہارا اللہ یہ فرماتا ہے کہ سود لینے اور دینے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہے۔ تم لوگ تو معیشت کو بھی گناہ اور ثواب کے ترازو میں تولتے ہو۔ ان سوالات کو سن کر عام سا مسلمان خواہ وہ کتنا ہی پڑھا لکھا کیوں نہ ہو، چپ سا ہو جاتا۔ جو ذرا زیادہ سوچنے سمجھنے والا ہوتا وہ بے بسی کے عالم میں سر دیوار سے پٹختا، لیکن اس کو کوئی راستہ سجھائی نہ دیتا۔ عام مزدور سے لے کر بڑے سے بڑے سرمایہ دار تک سب کو بینک کی راہ دیکھنا پڑتی۔ جو احتیاط کرتے وہ سود نہ لیتے لیکن انہیں اس بات کی کسک رہتی کہ ان کا پیسہ ایک ایسے ادارے میں پڑا ہوا ہے جس کے کاروبار کو رسول ﷺ نے گناہ قرار دیا ہے۔ وہ کانپ اُٹھتا، اسے کوئی راستہ سجھائی نہ دیتا۔ ایسے میں اسے تھپکیاں دے کر سلانے والے علماء بتاتے کہ مجبوری میں تو سور کھانا بھی حلال ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ میرا کوئی اختیار تو نہیں، میں اسے بدل تو نہیں سکتا۔ میرے اکیلے سے کیا ہوتا ہے اور پھر اسی بات پر اکتفا کرلیتا کہ چلو میرے پیسے بینک میں ہیں لیکن میں سود تو نہیں لیتا۔ ایسے بے چین اور مضطرب افراد کے لیے دنیا کے وسائل پر قابض اس بینکنگ سسٹم نے ایک ملغوبہ قسم کا اسلامی بینکنگ سسٹم سامنے بنایا۔ یہ سسٹم اسی کاروبار کے سرمایہ میں حلال سرمایہ کاری کی پیوند کاری سے بنایا گیا۔ یہ تمام بینک بین البینک لین دین (Interbank Transactions) کے لیے اسی سودی لین دین کے دھندے میں ملوث ہوتے۔ گویا انہوں نے مسلمانوں کے جذبات سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ایک کھڑکی اسلامی بینکنگ کی کھول دی جس میں سادہ لوح مسلمان دھڑا دھڑ اپنا روپیہ جمع کروانے لگے اور یہ سوچتے رہے کہ وہ خالصتاً حلال جگہ اپنا سرمایہ لگا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ سارے کے سارے بینک اسے بڑے نظام کا جزو لاینفک تھے جو قائم ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ عام آدمی کو اس سودی نظام کے شکنجے میں جکڑا جائے۔

کس قدر افسوس اور حیرت کی بات ہے کہ وہ امت جس کے رسول ﷺ نے سود کھانے یا دینے والے کو اپنے اور اللہ کے مقابل کھڑا کردیا اور اللہ جنگ کا بگل بجائے کہ اگر تم ایسا کرتے ہو تو پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ لیکن یہ امت وہ بجلی کی کمی کے لیے، سوئی گیس نہ ملنے پر، الیکشن میں دھاندلی کے خلاف، اپنی نوکریاں ختم ہونے پر، کسی بچے کے اغوا اور زیادتی پر یا پھر جمہوریت کی بحالی کے لیے تو سڑکوں پر نکل آئی، اس نے ماریں کھائیں، جیلیں کاٹیں، آنسو گیس برداشت کی یہاں تک کہ جان بھی دے دی لیکن کوئی ایک گروہ بھی، ایک دن کے لیے بھی اس سودی نظام کے خلاف تڑپ کر باہر نہ نکلا۔ کسی کو بے چینی ہی نہیں تھی کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف لشکر میں کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم کو یہ درس گھوٹ گھوٹ کر پلا دیا گیا تھا کہ یہ مجبوری ہے، اس کے بغیر گزارا ہی نہیں۔ لیکن اس امت کے لیے کتنے شرم کی بات ہے کہ اس سودی نظام، اس معاشی گورکھ دھندے اور اس استحصالی سسٹم کے خلاف اب دیوانہ وار لوگ امریکہ اور یورپ میں نکلے ہیں۔ امریکہ کے شہر نیویارک جسے دنیا کا معاشی دارالخلافہ کہا جاتا ہے اس کی وال سٹریٹ اس احتجاج کا مرکز بنی۔ دنیا کے ہر بڑے شہر میں عورتیں مرد سب اس بینکنگ سسٹم اور سودی نظام کے خلاف نکل آئے جس نے ان کے اربوں روپے اس طرح ہضم کرلیے تھے کہ ان کے پاس زندگی گزارنے کے لیے کچھ نہیں بچا۔ ساری کی ساری معیشتیں تباہی کے کنارے جا پہنچی تھیں۔ ایسے میں اس بینکنگ سسٹم کو سہارا دینے کے لیے اس کا سود صفر کردیا گیا، کہیں کہیں ایسی سرمایہ کاری شروع کروائی گئی جس میں نقصان میں بھی حصہ داری ہو۔ یہ گزشتہ دو سالوں میں اس لیے کیا گیا تاکہ لوگوں کو اس بینکنگ سسٹم، اس پلاسٹک سرمایے اور اس گورکھ دھندے کی عادت رہے۔ ایک صاف شفاف

اسلامی سرمایہ کاری کی طرف اس امت میں کوئی آگے نہ بڑھا، میرا ملک جس کا آئین اسلام کے خلاف کسی قانون کی اجازت نہیں دیتا، اس کا وزیراعظم سپریم کورٹ کے شریعت بینچ کے فیصلے کے خلاف مہلت مانگنے چلا گیا، ہمیں اس سے آج بھی محبت ہے۔ ایسے میں اسی سپریم کورٹ میں مرحوم عبدالودود خان اسلامی سرمایہ کاری کے اصولوں پر مبنی ایک جامع نظام لے کر گئے، یہ نظام اصل میں مشہور اسلامی معیشت دان مرحوم شیخ محمود احمد نے بڑی محنت سے سوچا اور اس کے خدوخال مرتب کیے۔ ان کے نزدیک سود کا توڑ قرض حسنہ ہے اور وہ رسول ﷺ کی وہ حدیث پیش کرتے کہ جس میں آپؐ نے فرمایا کہ میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقے کا اجر دس گنا اور قرض حسنہ کا اجر اٹھارہ گنا ہے۔ انہوں نے TMCL- (Time Multiple Counter Loan) کا ایک تفصیلی سسٹم تجویز کیا جسے سپریم کورٹ میں بھی سراہا گیا لیکن ہمارے رہنماؤں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اس سودی نظام کے خلاف اس محقق کی بات سنتا۔ تف ہے ان سب پر۔ لیکن بشارتوں کے اس موسم میں جب میں نے گزشتہ کالم میں عبدالودود صاحب کا ذکر کیا تو میرا فون، میرا ای میل باکس بے تاب لوگوں کے سوالوں سے بھر گیا۔ ہر خط پر میری آنکھوں سے تشکر کے آنسو تھے۔ یہ امت اس سودی نظام سے اس قدر بیزار ہے۔ یہ ہے بشارت کا لمحہ۔ عبدالودود خان رحمۃ اللہ علیہ کا تمام کام ان کے بیٹے نے کمال سعادت سے اس ویب سائٹ realislamicbanking.com پر رکھ دیا ہے۔ جو لوگ اس کام کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔ اس میں مزید اضافہ کرنا چاہتے ہیں، اس ویب سائٹ کو زیادہ بہتر بنانا چاہتے ہیں، اسے عام لوگوں کے لیے قابل فہم بنانا چاہتے ہیں۔ یہ سب کام وہاں موجود ہے۔ میں ان شاء اللہ اس سب کام کو مزید آگے بڑھانے کے لیے آپ سب کے تعاون کا منتظر رہوں گا۔ یہ بشارتوں کا موسم ہے، تبدیلیوں کا سال ہے، امت مسلمہ کی خاکستر سے چنگاریاں سلگنے لگی ہیں۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ اہل نظر کے نزدیک اس عظیم تبدیلی کا مرکز و محور میرا پیارا پاکستان ہوگا۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

اقامتِ دیں کے پاسبانو!

(ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین کی خدمت میں!)

اُمِ عمار عبدالخالق

اقامتِ دیں کے پاسبانو!
نظامِ حق کے سپہ سالارو!
یہ کام اتنا سہل نہیں ہے
کہ جتنا ہم تم سمجھ رہے ہیں
یہ راستہ جو چنا ہے ہم نے
خدا کا محبوب راستہ ہے
یہ اونچی نیچی جو گھاٹیاں ہیں
انہی کو تم نے سنوارنا ہے
یہ راستہ دھن بھی مانگتا ہے
یہ 'من' کی بازی بھی مانگتا ہے
صرف اسی پہ ہی بس نہیں ہے
کہ حق تو پھر بھی ادا نہ ہوگا
کہ خواہشیں بھی محبتیں بھی
خدا کی رہ میں لٹانا ہوں گی
لُٹا دو اپنا سبھی تم اس پہ
یہ راہِ ذبحِ عظیم تر ہے
عظیم تر ہے......
کہ اسوۂ انبیاء یہی ہے
یہ راستہ حق کا راستہ ہے
یہ راستہ انقلاب کا ہے
یہ راستہ اُس کتاب کا ہے
جو منزلوں کو نکھارتی ہے
جو پائے لغزش سنوارتی ہے
جو جسم اور روح کی شفا ہے
جو دکھ اور رنج کی دوا ہے
اسی سفر کا تھا اک مسافر
وہ میرے محسن وہ میرے والد
خدا کا جن پر بڑا کرم تھا
وہ حرمتِ دیں کا ''آشرمؔ'' تھا
وہ فخرِ امت تھا محترم تھا
حیاتِ دنیا کا کوئی لمحہ
نہیں تھا ''بانگِ درا'' سے خالی
شہادتیں ساتھ لے گیا وہ
گواہیاں جمع کر گیا وہ
جو رہتی دنیا تلک رہیں گی
کہ شمعِ قرآن کی ضَو رہے گی
جو ان کے اہلِ وفا ہیں سُن لیں
جو رشتے ان کے ہیں وہ بھی سن لیں
جو عزتیں (صِرف) آج لے رہیں
جو نام سے فیض پا رہے ہیں
مگر عمل سے تہی ہے دامن
کہیں نہ جل جائے اپنا خِرمن!
یہ ''نیکیاں'' سب سراب ہوں گی
گواہیاں گر خراب ہوں گی
بہت کڑی ہے ہماری منزل
بہت ہیں دشوار اپنی راہیں
نہ غفلتوں میں انہیں گزارو!
متاعِ دنیا کو مت سنوارو!
بنو تم سب ''اُن'' کے دست و بازو
تمہارے ذمے ہے یہ کیاری
کرو عمل سے تم آبیاری
قرآں کا پیغام کیا ہے؟ سمجھو!
وہ ''منہجِ انقلاب''...... سمجھو!
جو منہجِ خاتم الرسل ہے
جو اسوۂ افضلُ البشر ہے
اقامتِ دیں کے پاسبانو!
ہے دین مغلوب' نوجوانو!
نظامِ دیں کا نفاذ کیوں ہو؟
کہاں ہو، کیسے ہو، اور کب ہو؟
تمہیں سمجھنی ہے بات اتنی
کہ سب سے پہلے ''وجودِ خاکی''
پہ دیں کو قائم کرو خدارا
اور اپنے اہل و عیال کو بھی
''حنیف''، مسلم بنا کے رکھنا
جہانِ فانی کی ہر محبت
کو اپنے دل میں جگہ نہ دینا
نظر تمہاری ہو آخرت پر
نثار اس پر محبتیں سب
وہی ہمارا حقیقی گھر ہے
وہی ازل ہے وہی ابد ہے
نفاق سے بچ کے رہنا ہر دم
کہ ہو نہ ایماں کی شمع مدھم
نہیں ہے عیبوں سے کوئی خالی
نہ کوئی ادنیٰ نہ کوئی عالی
کڑی نظر تم سبھی پہ رکھنا
مگر مقدم خودی کو رکھنا
یہاں تلک کہ ہو رَب سے ملنا
اسی عزم سے تم آگے بڑھنا
اقامتِ دیں کے پاسبانو!
نظامِ حق کے سپہ سالارو!

normalize a relationship. We must understand that coming to terms quickly after differences brings us peace and serenity.

Islam allows a diversity of opinion; this existed among the Prophet’s companions. Friction among close relatives is part of human nature but one needs to be watchful that these do not reach a point of no-return. Islam does not give importance to difference of ethnicity, caste, status and language, etc., as all such factors cause cracks in happy relations in society.

A balanced approach in maintaining worldly relations is the right course. Unnecessary intrusion in the affairs of others also affects relations. Nobody likes meddlesome behaviour, therefore, one must be careful not to overreach. Over-engagement and unnecessary intrusion in the affairs of others are portents of a darker scenario.

Presently, we face a situation that can best be described as being stuck between the devil and the deep sea. We give importance to material wealth and social status. Our modern culture has promoted isolated living. We live behind closed doors with little interaction with neighbours, relatives and other members of society. Everyone has become individualistic, focused on self-interest alone most of the time.

It is generally observed that residents of, say, an apartment block do not care for others when they park their vehicles and block common passages. Some throw trash from their balconies and others do not pay their monthly maintenance charges regularly. Similarly, a teacher who is supposed to build the future can be found involved in self-service. A student who will manage a future society is unaware of his responsibility. A doctor who is to assure his patient’s health can be found making money alone. Thus, few think of their social responsibility. This negligence can lead to fissures and unbalanced situations in society.

For a human being as a social animal it is important to feel a close connection and mutual empathy; however, this seems to be on the decline due to excessive materialism and the self-centered approach of modern urban living. In order to achieve a worthy lifestyle, we have to follow the teachings of Islam, i.e. treating well those with whom we are connected. Everyone should feel responsive to and respect the rights of others.

(*Courtesy: daily “The Dawn”*)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، تعلیم بی اے، بیرون ملک اکاؤنٹنٹ کے لیے دینی مزاج کی حامل، تعلیم یافتہ، خوب سیرت وصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0321-4661819،042-35173190

☆ بیٹا، عمر 28 سال، تعلیم بی ایس سی، ذاتی کاروبار کو عقد ثانی (پہلی بیوی سے بوجہ علیحدگی) کے لیے دینی مزاج کی حامل، خوبصورت، تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0343-5260092

☆ راجپوت فیملی کو اپنی نیک سیرت بیٹی، عمر 23 سال، قد "5'5 تعلیم ایم ایڈ کے لیے نیک سیرت ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور اور گردونواح کے رہائشی لوگ رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0332-4353602

☆ مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں بطور قاصد / الیکٹریشن ملازم کو عقد ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ بیوہ، طلاق یافتہ یا خلع یافتہ خاتون بھی قابل قبول ہوگی۔ برائے رابطہ: 0321-4254581

☆ گوجرانوالہ کی کشمیری بٹ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم ایم بی بی ایس قد "5'10 کے لیے ڈاکٹر لڑکی ترجیحاً رفیقہ تنظیم پابند صوم وصلوٰۃ کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0346-6018010,055-4215324

☆ بیٹی تعلیم میٹرک، عمر 26 سال، خلع یافتہ، دینی مزاج گھرانے سے رشتہ مطلوب ہے۔ دوسری شادی کے خواہشمند رابطہ کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 0321-6496609,0308-6865070

☆ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر ملک فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، تعلیم پوسٹ گریجویٹ (ڈاکٹر آف میڈیسن) برسرروزگار کے لیے لیڈی ڈاکٹر پابند صوم وصلوٰۃ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

اور بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم بی اے، بی ایڈ، ایم اے اردو (جاری) کے لیے دینی مزاج کی حامل فیملی سے رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ:

0346-6183817,0345-6230825

☆ کراچی میں رہائش پذیر اردو سپیکنگ فیملی کو اپنی بیٹی، رفیقہ تنظیم، قد "5'7، عمر 29 سال، تعلیم ایک سالہ قرآن فہمی کورس، ایم اے سیاسیات کے لیے دینی مزاج، خوش اخلاق، تعلیم یافتہ اور حلال روزگار کے حامل نوجوان (ترجیحاً رفیق تنظیم) کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0336-4666311

☆ کراچی میں مقیم رفیق تنظیم، عمر 30 سال، کمپیوٹر ٹیچر، معقول آمدنی، ذاتی رہائش کو عقد ثانی (پہلی بیوی کو طلاق دے دی ہے) کے لیے پنجابی اسپیکنگ فیملی سے ترجیحاً رفیقہ تنظیم کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رجوع کریں۔

برائے رابطہ: 0300-2197876

☆ بیٹی، عمر 29 سال، تعلیم ایم سی ایس، پرائیویٹ سکول میں ڈائریکٹر، خلع یافتہ کے لیے دیندار، اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0343-5260092

☆ آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم میٹرک، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے دینی مزاج کے حامل، باروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0334-4014426

SOCIAL ETHICS IN ISLAM

Every human being is connected with Allah spiritually. However, in this material world, we also get ourselves connected with other entities, such as parents, family, community, society, country, etc. As time goes by, new connections are added at every new stage in life.

The ethics of connectivity with others has deep spiritual roots in religion. Its understanding makes our lives happy and more comfortable. We live, move and have our being among these relationships and sometimes our existence depends partially or fully on them. Our day-to-day condition happy or otherwise is also subjected to the interaction with these relationships.

Every entity, with which we are connected, entails certain rights and responsibilities. We are to fulfill these to maintain a kind of cordiality in relationships. The teaching of Islam encompasses the whole life; it guides us first to fortify our spiritual bond with Allah. This is fundamental and the core of Islam's overall message. Every individual is supposed to strengthen the spiritual link with Him by continuous remembrance of His existence. One has to keep one's mind and thoughts towards Allah to earn His blessings.

Similarly, Islam encourages us to maintain happy relationships with other fellow beings. It urges civility, humility, tolerance and straight dealing with our fellow beings. These values subordinate the self, emphasize the others and are essential for cordial and peaceful coexistence in society. Islam is a religion of peace, which can only be realized when an individual has happy relations with others.

The Holy Prophet ﷺ likens Muslim brotherhood to a building composed of bricks. Every brick is joined and connected with other bricks, thereby fortifying the building. The Prophet ﷺ started his mission of preaching Islam by inviting his relatives to it first. Though his relatives did not all respond positively, his invitation indicates the weight he gave to relatives.

When he established himself in Madina, he tried to conclude peace agreements with many tribes, such as those of the Jews of Madina, the Christians of Najran, and the Makkans at Hudaibiya. He dispatched emissaries to rulers of far-off lands such as Rome, Iran and Abyssinia inviting them to peace and good relations with them.

We come across a number of verses in the Quran, directing us to fulfill the obligations to those we are connected with. The Quran says:

> "And do not forget liberality between yourselves. Truly, Allah is all-Seer of what you do." [2:237]

Moreover:

> "Worship Allah and join none with Him in worship, and do good to parents, kinsfolk, orphans, *Al-Masakin* (the poor), the neighbour who is near of kin, the neighbour who is a stranger, the companion by your side, the wayfarer (you meet), and those (slaves) whom your right hands possess. Verily, Allah does not like such as are proud and boastful." [4:36]

There are numerous factors that can imbalance relations in society and Islam forestalls them. Greed for material wealth is one such impediment that causes fissures among close relatives. A greedy person usurps the other's property unjustly; therefore, Islam directs us:

> "And eat up not one another's property un-justly." [2:188]

Another factor that is likely to affect good relations is differences in opinion. Sometimes we have differences with people around us, but these should not be made a matter of ego and waiting for the other party to take the initiative to